



حضرت دین پوری کا

سانحہ انتقال

مخدوم العلماء والصلحاء شیخ طریقت امام معرفت حضرت

قبلہ میاں عبدالہادی دین پوری گذشتہ شب انتقال فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذر گیا۔ آپ کی ذات مرجع خلائق اور ہمہ خوبی کے مصداق

تھی، ایسی شخصیت جسے دیکھ کر خدا یاد آتا اور قرون اولیٰ

کے مسلمانوں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے

اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (۲۰ رمضان ۹۸ھ)

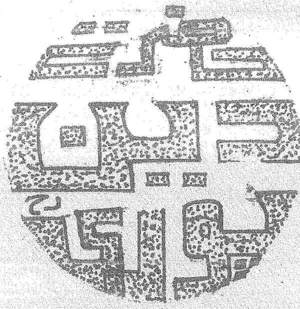
درسِ حدیث

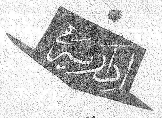
پروفیسر نورالحسن صاحب

برادرانِ ملت! آج کی نشست میں رمضان شریف کے فضائل اور اس کے بعد رمضان شریف کے مسائل سماعت فرمایئے۔ فضائل اس لیے بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اس عبادت کی طرف ترغیب اور شوق پیدا ہو کہ جب اس عبادت کی اتنی بڑی فضیلت، اتنا بڑا اجر اور ثواب ہے تو اس عبادت کو کیوں نہ کیا جائے۔ مسائل اس لیے بیان کیے جاتے ہیں کہ جس عبادت کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کو کس طور پر ادا کیا جائے۔ پہلا درجہ مسائل کا ہے۔ فرض کیجیے کسی شخص کو نماز کے فضائل کا علم نہیں تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر مسائل کا علم نہیں تو نماز ہی نہیں پڑھ سکتا۔ نماز اس لیے پڑھتا ہے کہ اللہ کا حکم ہے۔ فضائل معلوم نہ ہونے کے باوجود بھی اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ اگر مسائل نہیں معلوم تو نماز کیسے پڑھے گا۔ زکوٰۃ کیسے ادا کریگا، عبادت کی بجاآوری کیونکر ہو گی، تو معلوم ہوا کہ پہلے درجہ میں مسائل ہیں۔ فضائل کا علم نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر مسائل کا علم نہیں تو کسی درجہ میں عبادت ہی نہیں درست ہو سکتی۔

اب پہلے ابتداء میں رمضان کے فضائل سماعت فرمایئے اس کے بعد مسائل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سحری کھایا کرو۔ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہمارے اور اہلِ کتاب میں سحری کھانے اور سحری نہ کھانے کا فرق ہے۔ یعنی ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ نہیں کھاتے فرض کیجیے کہ کوئی شخص سحری کو اٹھتا ہے۔ ایک کھجور کھا لیتا ہے یا پانی کا گھونٹ ہی پی لیتا ہے تو اس کا سحری کو اٹھنا بھی درست ہو گیا اور سحری کھانے کا اجر و ثواب بھی مل گیا۔ لہٰذا اپنے آپ کو اس وقت میں بتکلف اٹھانا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب تک لوگ افطار جلدی کرتے رہیں گے، خیریت میں رہیں گے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جتنی دیر کریں گے اتنی روزہ کی محنت اٹھانا پڑے گی اور جتنی محنت اٹھائیں گے اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ملے گا۔ یہ بات بعض حالتوں میں تو ٹھیک ہے۔ لیکن جہاں شریعت نے اوقات کی حد بندی کر دی ہے کہ فلاں عبادت کو فلاں وقت سے شروع کرو اور فلاں وقت تک ختم کرو۔ اوقات کا تعین بذاتِ خود ایک عبادت کا حکم رکھتی ہے۔ لہٰذا جس وقت آفتاب غروب ہو جائے تو افطار میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اس بات کی پوری طرح تسلی کر لینی چاہیے کہ سورج غروب ہو چکا ہے مثلاً بادل ہیں اور آفتاب کے غروب ہونے کا اندازہ نہیں تو پانچ سات افراد کی گھڑیاں موجود ہیں تو متفق علیہ وقت پر افطار کر لینا چاہیے۔ اور عام طور پر تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ جنتریاں اور کیلنڈر جو دیواروں پر چسپاں ہوتے ہیں درست ہی ہوتے ہیں ان کے مطابق افطار کر لینا چاہیے۔ یہ نہیں کہ اکثریت تو افطار کر رہی ہے اور بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ذرا دیر سے افطار کریں گے۔ تاکہ زیادہ اجر و ثواب مل سکے۔ یہ درست نہیں۔ یہ تقوٰی کا اظہار ہے جو کسی صورت صحیح نہیں حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ نماز کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کو سُنّت سمجھتے تھے

باقی صفحہ ۶۴ پر



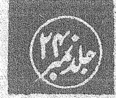


ع اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

آج سحری کے وقت حضرت مولانا عبیدہ اللہ انور صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اکمل میاں نے رحیم یار خان سے اپنے گھر فون پر اطلاع دی کہ حضرت دین پوری انتقال فرما گئے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ کل حضرت کی شدید علالت اور رحیم یار خان ہسپتال میں داخل ہونے کی اطلاع پر حضرت مولانا انور پریشان ہو گئے اور شام کو کراچی ایکسپریس کے ذریعہ عازم دین پور شریف ہو گئے آپ کے ساتھ مکرم میاں محمد صادق ان کے لڑکے، حضرت کے خادم اشرف بٹ صاحب اور اجمل میاں بھی تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ ان حضرات کے وہاں پہنچنے سے قبل حضرت وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ یہاں سے کوئی واپس نہیں آیا۔ بعد کی اطلاع کے مطابق آج شام ۵ بجے جنازہ ہوگا اور علم و روحانیت کے اس گوہر گراں مایہ کو اپنے عظیم المرتبت اسلاف حضرت قطب الاقطاب دین پوری اور امام انقلاب مولانا سندھیؒ کے پڑوس میں سپردِ خاک کر دیا جائے گا۔ گو کہ اس اندوہناک سانحہ کی اطلاع سحری کے وقت آ گئی تھی۔ لیکن مخدوم و مکرم حضرت امیر انجمن زید مجدہم کے گھر کوئی بڑا آدمی نہ ہونے کے سبب احباب و رفقاء کو بروقت اطلاع نہ مل سکی اور ان سطور کے غمزدہ راقم سمیت متعدد افراد کی آخری دیدار کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ فیا حسرتا

حضرت دین پوری جن کا اسم گرامی میاں عبدالہادی تھا۔ قطب الاقطاب حضرت میاں غلام محمد صاحب قدس سرہ کے سلف الرشید جانشین تھے علم و روحانیت سے آراستہ یہ عظیم المرتبت ہستی آیت من آیات اللہ کا مصداق تھی جب بھی زیارت کا موقع ملا تو ایک قسم کا کیف سرور محسوس ہوا مجلس علم و ذکر کی باتوں سے معمور ہوتی اور انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا۔ اپنے اکابر سے جو تعلق تھا اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔ مولانا حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا مدنی اور حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوری قدس سرہما سے تعلق و عقیدت تو دیدنی تھی اب بھی دیر ہوتا تو طبیعت کا رنگ سوا ہو جاتا۔ ہر دو حضرات کے صاحبزادگان ملتے تو بہار آ جاتی ایک مرتبہ راقم کو مولانا انور کی معیت میں (حضرت مولانا محمد اجمل صاحب بھی تھے) حاضری کا موقع ملا تو آپ کے احساسات و کیفیات عجیب تھیں اور ابھی کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا اسعد مدنی وہاں تشریف لے گئے تو عجیب رنگ بہار تھا۔ حضرت درخواستی، مولانا مفتی محمود اور دوسرے جمعیتی اکابر و اصاغر سے گہرا تعلق تھا۔ کارکنوں کو دعا سے نوازنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا آپ کی مخصوص عادت تھی۔ الغرض آپ مجموعہ خوبی تھے افسوس کہ اہل اللہ کے وجود سے دنیا خالی ہو رہی ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۶۰ روپے
ششماہی ۳۰ روپے
سہ ماہی ۱۵ روپے
فی پرچہ
ڈیڑھ روپیہ


شمارہ ۱
جلد نمبر ۲۲



جمعہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت
مولانا عبید اللہ انور صاحب
مدیر منتظم
میاں محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمان علوی
معاون
صالح محمد حضروی

پبلشر مولانا عبید اللہ انور۔ پرنٹر الٰہی بخش۔ مطبع کاسمو پرنٹرز ۴۵ موری گیٹ

جو عرصۂ محشر کے قریب تر ہونے کی علامت ہے ـــ مولائے پاک حضرت والا کے ساتھ اپنے خصوصی کرم کا معاملہ فرمائیں اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ نقوش کو امت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائیں۔

تعلق کے پیشِ نظر ہم خود مستحقِ تعزیت ہیں کہ حضرت سبھی کے تھے۔ تاہم دنیا کے اصول کے مطابق ہم آپ کے اعزہ واقربا سے بالخصوص تعزیت کرتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ ان سمیت ہم سب کو اللہ تعالےٰ اس حادثہ کے برداشت کی توفیق فرمابخشے۔ ادارہ کا ہر فرد اپنے اللہ کے حضور دعاگو ہے۔

حضرت اقدس مولانا انور مدظلہم کی واپسی کے بعد انشاء اللہ حضرت کے حالات زندگی اور سفرِ آخرت کے متعلق تفصیلات پیش کی جائیں گی

عمر زادہ:- علوی
۲۰ — ۹ — ۹۸ھ

نئی کابینہ اور ہمارے مشورے

خدام الدین اپنے روزِ اول سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اس نے اللہ کے احکامات کی ترویج و اشاعت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت کے جذبہ کو عام کرنے، صحابہ علیہم الرضوان کے معیارِ حق و صداقت ہونے، عقیدہ کو پھیلانے اور صلحائے امت کی دینی جد و جہد کو ذہنوں میں راسخ کرنے کا فریضہ ہر حال میں سرانجام دیا۔

اس نے ہمیشہ سچی بات کہی چاہے اس کا اثر کسی پر پڑے وہ گروہی سیاست سے بالاتر رہا اور ہے۔ اس لیے آج کی صحبت میں بھی وہ بعض باتیں پیش کرنا ہے جو ممکن ہے اپنے اندر تلخی کا عنصر رکھتی ہوں لیکن حالات کا تقاضہ اور وقت کی ضرورت یہ ہے کہ انہیں بلا کم و کاست بیان کر دیا جائے۔

قومی اتحاد کے نام سے جو اجتماعی پلیٹ فارم بنا اس کا ہم نے زبردست خیرمقدم کیا اور اس بات پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا کہ اب پوری قوم یک دل کے ساتھ سوئے منزل رواں دواں ہوگی اور فرقہ واریت و علاقائیت کے عفریت کا سر کچلا جائے گا۔

اپنی ہمت و بساط کے مطابق ہم نے اس مقصد کے لیے جو ہو سکا ہم نے کیا لیکن افسوس کہ یہ خوشیاں وقتی ثابت ہوئیں اور ہماری طرح ساری قوم کو مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔

بندگانِ ہوس نے اس اجتماعی پلیٹ فارم کو اپنی گھٹیا اور مذموم خواہشات کی بھینٹ چڑھایا۔ ہمارا خیال تھا کہ اصغر دل و دماغ کے اعتبار سے اکبر ہوگا لیکن افسوس کہ ہم غلط سمجھے۔ نورانی روشنی میں قدم بڑھانے کے بجائے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے نظر آئے اور جس کا دماغ "ولی" تھا وہ اخلاقی قدروں تک کو پھلانگتے ہوئے اتنی دور نکل گئے کہ انہیں دوست دشمن کی پہچان نہ رہی۔

لوگ ہیں کہ پاکستان کی خالق ہی مسلم لیگ پر گرجتے برستے ہیں کہ اس نے اجتماعی پلیٹ فارم پر ہوتے ہوئے بھی اقتدار کی گاڑی میں سوار ہونے کے لیے عجلت سے کیوں کام لیا؟ لیکن شاید لوگوں کو پتہ نہیں کہ برصغیر کی وڈیرہ شاہی کا وہ قافلہ جو مسلم لیگ کے نام سے ترتیب دیا گیا تھا اس نے جو کچھ کیا اپنی عادت کے مطابق کیا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو حیرانی ہوتی۔ بھلا جن لوگوں نے انگریزی دربار میں کرسی کے حصول کے لیے سب کچھ داؤ پر لگایا اور پھر جنہوں نے "قائد عوام" تک سبھی کو اپنا قائد تسلیم کیا وہ وقت کے مردِ مومن کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں؟ یہ کیسے ممکن ہے۔

تحریک نظام مصطفوی کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے چند ماہ بعد الیکشن کا اعلان کیا۔ اس الیکشن میں ٹکٹ کے حصول کے لیے سیاسی گدھ پی، اے ہاؤس پر منڈلانے لگے۔ افسوس کہ انہیں دھتکارنے کے بجائے سینہ سے لگایا گیا! ان کے بے ڈول اجسام، ان کی کریہہ شکلیں اور ان کے بے ہنگم پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کے باوجود انہیں برداشت کیا گیا اور قوم نے مڑ کر جو دیکھا تو وہی گھسے پٹے مہرے اس کی گردن پر سوار تھے۔ گو کہ اس مرحلہ پر سبھی جماعتوں نے کچھ نہ کچھ "سیاسی مسافروں" کو ٹھکانہ دیا۔ لیکن لیگی سرائے تو اپنی تمامتر وسعتوں

کے باوجود تنگ ہوگئی۔ الیکشن تو نہ ہوا لیکن یہ لوگ قوم کے گلے کا ہار بن گئے اور اب انہوں نے سوچا کہ ہمارے بغیر ملک لٹ جائے گا۔ اس لیے اپنے حلیفوں سے پوچھے بغیر ایک ہی جست لگا کر وہاں پہنچ گئے جہاں کے لیے وہ پیدا ہوئے تھے۔ دن پہ دن گذرتے گئے کہ ایک دوسری جماعت جسے شارٹ راستوں سے لیلائے اقتدار تک پہنچنے کا ایک تجربہ مرحوم مشرقی پاکستان میں ہوا تھا، کے امیر اسلام آباد پہنچے اور انہوں نے صلح کا ڈول ڈالا حتیٰ کہ صلح ہوگئی۔ اور پھر ہم سمیت ساری دنیا نے دیکھا کہ غریب ملک اور قرض کے بوجھ تلے دبی ہوئی قوم کی خدمت کے لیے ۲ درجن وزیر حلف لے رہے ہیں اور ابھی ان میں اضافہ کی گنجائش ہے۔

اس ٹیم میں فوجی جرنیل شریک نہیں ہوئے۔ ان کے اس اقدام کو "خلوص" کے عنوان سے تعبیر کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ وہ تو جلد سے جلد اقتدار سیاسی لوگوں کے سپرد کر کے اپنے پیشہ ورانہ فرائض سے سرانجام دینے کے لیے واپس جانا چاہتے ہیں۔ اے کاش! کہ اس طرح خلوص کا ڈھنڈورہ پیٹنے کے بجائے عملاً اس کا ثبوت مہیا کیا جاتا کیونکہ عمل ہی ایک ایسی کسوٹی ہے جس کی بنیاد پر ان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ عمل کے اعتبار سے اسلام جوں کا توں مسائل کا شکار اور انتظامیہ جوں کی توں بے لگام۔ تو پھر کوئی کیا کہے؟ اس ٹیم میں اتحاد کے نمائندے ہیں ٹیکنوکریٹ لوگ ہیں۔ اور "آزاد دنیا" کا ایک طبقہ ہے ہمیں کسی سے غرض نہیں۔ غرض ہے تو اتحاد کے نمائندوں سے کہ ہمارا ان سے جذباتی لگاؤ ہے۔

ان کے نمائندوں میں اصغر و نورانی اور مزاری یا ان کی جماعت کے لوگوں کی شرکت بھی خارج از بحث تھی کیونکہ مدت ہوئی یہ لوگ عوامی امنگوں کا خون کر کے اپنی دنیا بسا چکے ہیں۔

باقی اتحاد میں سے مسلم کانفرنس کے نمائندے ہیں کہ ان کا دائرۂ عمل آزاد کشمیر ہے البتہ خاکسار تحریک کا نمائندہ کیوں نہیں؟ جبکہ پہلے ان کے نمائندے کی شمولیت کی خبر آئی تھی؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا کوئی معقول جواب ابھی تک سامنے نہیں آیا۔ ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب خاکسار تحریک کے قائد کے تند و تیز بیانات آنا شروع ہوگئے تو عوام کا دل دھڑکنے لگا کہ کہیں کوئی نیا المیہ رونما نہ ہو بعد میں وہ سلسلہ تو رک گیا لیکن بیانات میں غصہ و مایوسی کا عنصر پھر بھی تھا۔ عوام نے اس سے یہ تاثر لیا کہ اتحادی قیادت اپنے خاکسار بھائیوں سے انصاف نہیں کر سکی۔ (واللہ اعلم) باقی جماعتوں میں سے ایک جماعت کے ۵ نمائندے ہیں تو دو کے ۳-۳ اور ایک کے ۲۔ جن کے پانچ ہیں ان کے کچھ اور بھی ہیں کی پیشانی پر "آزاد" کا جھومر لٹک رہا ہے۔ وہ جماعت جب پہلے پہل الگ ہی شریک اقتدار ہوئی تو آج کے بعض آزاد اس کے تھے لیکن آج وہ آزاد ہیں۔ فیا للعجب۔

اور پھر یہ بات باعث حیرت ہے کہ اس جماعت کے نمائندے ۵ کیوں ہیں؟ کیا اس کی انفرادی طاقت یا اس کا ماضی اور کردار بہت روشن ہے؟ ہمارے نزدیک یہ کوئی مستحسن اقدام نہیں اور یہی خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ جب اس کے بعد صوبائی حکومتیں بنیں گی۔ (بشرطیکہ بنیں) تو ان میں بھی یہی کچھ ہوگا۔ کیونکہ صوبہ سندھ کے متعلق تو صدر لیگ کا دعویٰ ہے کہ وہاں ہم ہی ہیں اور بس۔ اور پنجاب کے وڈیروں کے توسط سے یہ دعویٰ ویسے ہی پرانا ہے۔ رہ گیا سرحد تو خان اعظم کی تازہ مہم کے جلو جو شوخیاں نظر آرہی ہیں وہ بھی کسی قیامت سے کم نہیں۔

یہ بات بھی نظرانداز نہیں کی جا سکتی کہ بعض جماعتوں سے کچھ دن پہلے اپنے اپنے طور پر حکومت میں شامل نہ ہونے کا فیصلہ کیا لیکن جب فیصلہ بدلا تو جماعتوں کو اعتماد میں لینا ضروری نہ سمجھا گیا جس سے جماعتی ورکر بہر حال اچھا اثر نہیں لے سکتے۔ اور یہ بات تو اور بھی باعث حیرت ہے کہ علماء کی جماعت نے اپنے جو تین نمائندے دیئے تو ان میں اہل علم ایک بھی نہیں؟ اور پھر اس میں پنجاب کو بالکلیہ

نظر انداز کر دیا گیا جب کہ ستّر کے طوفان بدتمیزی میں اس جماعت کے اجتماعی ووٹ پی، پی، پی کے بعد دوسرے نمبر پر تھے۔ یوں بھی اس جماعت کے پنجابی ورکر اپنے خلوص و للّٰہیت کی بنا پر اپنا ایک مثالی کردار رکھتے ہیں۔ انہوں نے جماعتی کاموں کے لیے جو جان و مال قربان کیا۔ اور پھر گزشتہ تحریک میں تمام جماعتوں کے رضاکاروں کی مجموعی تعداد سے زیادہ گرفتاریاں پیش کیں ان کے ساتھ یہ سلوک کم سے کم ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ بہرحال جیسی تیسی کابینہ بنی ہے وہ تو اب بن گئی دیکھنا یہ ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہوتا ہے؟

ایک بات جو بلا خوف و خطر ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ بالخصوص اتحادی وزراء کا بنیادی کام "اسلام کا نظام عدل" کے معاملہ میں مؤثر پیش رفت ہے اگر وہ اس مرحلہ میں ناکام ہو گئے تو یہ ناکامی نہ صرف ان کی بلکہ ان کی جماعتوں کی ناکامی ہوگی۔ اور اس سے دیندار قوتوں کو مستقبل میں بڑی پریشانیاں اٹھانا پڑیں گی۔ ان کا امتحان ہے کہ وہ اپنے قائد محترم مولانا مفتی محمود کے ارشاد کے مطابق اپنے آپ کو بے بس سمجھ کر وزارت سے چمٹے رہتے ہیں یا باہر آ جاتے ہیں۔ اگر تو انہوں نے کسی نازک سٹیج پر علیحدگی اختیار کر لی تو پھر وہ محفوظ رہ جائیں گے ورنہ پھر وزیروں کا انجام معلوم!

اس کے ساتھ ہی انہیں خداخوفی، خدمت خلق، ایثار و قربانی اور اعلیٰ روایات کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور سب سے بڑھ کر اپنے سیکرٹریوں کی سخت گوشمالی کرنا ہوگی۔ یہ طبقہ جسے نوکرشاہی کا طبقہ کہا جاتا ہے ملک و قوم کے لیے سرطان کے پھوڑے سے کم نہیں، ان کی نمائندگی کے طور پر غلام محمد اور سکندر مرزا کا کردار ہماری تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ یہ ٹولہ انتہائی منہ زور ہو چکا ہے اور اس کے لگائے ہوئے زخموں سے وطن عزیز اس مقام تک پہنچا ہے اگر ہمارے وزراء ان منہ زور اور بے لگام لوگوں کو لگام دینے میں کامیاب ہو گئے تو پھر شاید کوئی خیر کا پہلو سامنے آ جائے۔ اور اگر یہ اپنے سیکرٹریوں کی طیار کردہ فائلوں پر دستخط کرنے تک محدود ہو گئے تو ان کا اور اس ملک کا خدا حافظ!

آخر میں ہم قومی اتحاد کی قیادت سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ بدقسمتی سے تین جماعتوں کی علیحدگی کے بعد آپ نے یہ چیلنج قبول کیا ہے تو اس پر پورا اترنے کے لیے آپ کو اپنے وزراء کا زبردست احتساب کرنا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ کو بھی آنکھیں دکھانے لگیں۔ نیز اتحاد کے مخلص و ایثار پیشہ ورکروں کی حوصلہ افزائی کرنا ہوگی۔ اور اتحاد کی صفوں میں یک زبانی کے دعووں سے بالاتر ہو کر یک دلی و یک جہتی کی فضا کو پیدا کرنا ہوگا۔ ورنہ حکومت میں عارضی شمولیت کسی محشر کا سبب بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہماری امداد فرمائیں۔ اور ملک و ملت کو سلامتی و استحکام نصیب فرمائیں۔

بقیہ: درس حدیث: صفحہ ۲ سے آگے

بلکہ وہ فرماتے تھے کہ نماز کا تصور میرے ذہن پر اس وقت تک غالب ہوتا ہے کہ جی یہ چاہتا ہے کہ پہلے نماز پڑھ لوں پھر اطمینان سے میں افطار کروں۔ لیکن ہمارے ہاں تو ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ افطار کا تصور نماز پر بھی غالب رہتا ہے۔

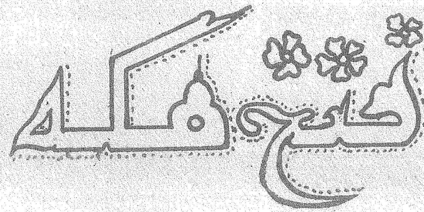
اگر میرا بس چلے اور میں کسی مسجد کا متولی ہوں تو میں نمازیں اور افطار میں پندرہ منٹ کا فرق ڈالتا۔ کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان وقفہ بہت کم ہے۔ لیکن آخر اور آئمہ بھی تو ہیں۔ جن کے نزدیک مغرب کی اذان کے بعد نماز ہوتی ہے، سُنن ادا کرتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں اور اس کے بعد بھی کافی وقت مغرب کا بچ جاتا ہے۔ تو کیا حرج ہے افطار جلدی اطمینان کے ساتھ کر لی جائے۔ اور نماز ذرا تاخیر سے ادا کر لی جائے۔

حضور علیہ السلام افطار کے وقت یہ دعاء پڑھا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

الحمدللہ کہ ہم میں سے تقریباً ہر شخص کو یہ دعا یاد ہے اور اس کا مفہوم بھی معلوم ہے کہ اسے اللہ میں نے

صرف آپ کی خاطر روزہ رکھا اور یہ جو میں نے افطار کیا جو میرے سامنے کھانے اور پینے کو حاضر ہے یہ میں کہاں سے لایا؟ میں بھی آپ کا ہوں روزہ بھی میں نے آپ کے لیے رکھا اور وعلیٰ رزقک افطرتُ - اور جس چیز سے روزہ افطار کر رہا ہوں - وہ بھی آپ کا بخشا ہوا رزق ہے - جب تمام انعامات اور اکرام کرنے والے آپ ہیں - کوئی عبادت کسی کے لیے نہیں - روزہ بھی کسی کے لیے رکھا جائے تو حرام ہے - آپ سحری اور افطار کے متعلق کچھ سماعت فرما چکے ہیں -

خطبہ جمعہ



جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

تاریخ اسلام کا عہد آفرین واقعہ

بعد الحمد والصلاۃ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔۔۔

۔۔۔ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝

(صدق اللہ العظیم)

ترجمہ:- ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ۔ اور مدد کرے اللہ تیری زبردست مدد۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

سورۃ فتح کا پس منظر

جو تین مختصر آیات آپ کے سامنے پڑھیں وہ سورۃ فتح کی ابتدائی تین آیات ہیں - یہ سورت جو مدنی سورتوں میں شامل ہے - اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتی ہے - اور اس کی مختلف آیات ہیں - متعدد واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے -

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ نے اپنے فاضلانہ حواشی میں ان واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے - جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

الف:- حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے ہیں اور ہم نے عمرہ ادا کیا - آپ نے حسب روایت خواب اپنے رفقاء کے سامنے پیش کیا، گو کہ مدت کا تعین نہ تھا تاہم صحابہ علیہم الرضوان کے شوق نے خیال کیا کہ یہ نعمت امسال ہی میسر ہو گی اور پھر حسن اتفاق سے آپ نے مخصوص مصالح ربانی کے پیش نظر ارادہ بھی کر لیا -

ب:- آپ ڈیڑھ ہزار کے قریب ساتھیوں سمیت بغرض عمرہ چل نکلے، قربانی کے جانور ہمراہ تھے - اہل مکہ کو علم ہوا تو انہوں نے اجتماعی طور پر فیصلہ کیا کہ آپ کو یہاں آنے نہیں دیں گے - حالانکہ کسی دشمن کو بھی حج وعمرہ سے روکنے کا رواج نہ تھا - بہرحال "حدیبیہ" مقام پر آپ کی سواری بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا - اس موقع پر آپ نے فرمایا --- کہ خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم قائم رہے، میں اس کو مان لوں گا -

ج:- آپ نے اہل مکہ کے پاس قاصد بھیج کر انہیں اپنے ارادہ سے آگاہ کیا - کوئی جواب نہ ملا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہی پیام دے کر بھیجا - اس کے ساتھ ہی مکہ میں موجود مظلوم مسلمانوں کو بشارت پہنچائی کہ اب یہاں عنقریب اسلام کا غلبہ ہو گا - سفیر نبوت کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان کے قتل کی خبر اڑ گئی - آپ نے متوقع لڑائی کے پیش نظر صحابہ علیہم الرضوان سے درخت کے نیچے بیعت لی - جسے "بیعت الرضوان"

کہا جاتا ہے۔ آخر میں آپ نے حضرت عثمان کی غائبانہ بیعت لی اور وہ یوں کہ اپنا ایک ہاتھ دستِ عثمان قرار دیا۔ کفار کو اطلاع ہوئی تو سہم گئے اور حضرت عثمان کو واپس بھیج دیا۔

د:- اس کے بعد چند روسائے مکہ بغرض صلح آپ کے پاس آئے۔ صلحنامہ لکھنا قرار پایا۔ بعض امور پر بحث و تکرار ہوئی۔ صحابہ علیہم الرضوان کو جوش و غصہ آیا اور انھوں نے چاہا کہ مسئلہ تلوار سے ایک طرف کر دیا جائے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے کفار کے اصرار پر ساری باتیں منظور کر لیں اور صلح ہو گئی۔ حضور علیہ السلام کی منشاء کے پیش نظر صحابہ علیہم الرضوان نے کمال درجہ ضبط و تحمّل کا مظاہرہ فرمایا

ان شرائط میں امسال واپسی اور آئندہ سال غیر مسلح ہو کر عمرہ کے لیے آنے کی بھی شرط تھی۔ کہ دس سال تک لڑائی نہیں ہو گی۔ نیز یہ کہ اگر آپ کے پاس سے کوئی آدمی ہمارے پاس آئے گا تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ ہمارا آدمی آپ کے پاس آئے گا تو آپ اسے اپنے پاس نہیں رکھیں گے۔

شرائطِ صلح طے ہو گئیں تو آپ نے حدیبیہ میں ہی احرام کھول کر سر کے بال اتروائے، قربانی کی اور واپسی اختیار فرما لی۔ راستہ میں یہ سورت نازل ہوئی۔ یہ واقعات ۶ھ کے اواخر کے ہیں۔

ہ:- اس سفر سے واپسی پر آپ نے آئندہ سال کی ابتداء میں خیبر میں یہود سے پنجہ آزمائی کی۔ اور ان کی قوت کو زیر و زبر کر دیا۔ اس سفر میں وہی لوگ شریک تھے جو حدیبیہ کے سفر میں شریک تھے۔

ز:- اسی سال ۷ھ میں آپ نے حسبِ معاہدہ مکہ کا سفر اختیار فرمایا اور عمرۃ القضاء ادا فرمایا۔

ح:- صلح نامہ میں دس سال لڑائی نہ کرنے کی شرط تھی۔ قریش نے اس کا نقض کیا۔ آپ نے مکّہ پر چڑھائی کی اور ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا۔ صدق اللہ۔

غزوہ بدر سے فتح مکہ تک

گزشتہ صحبت میں آپ نے غزوۂ بدر کے متعلق معروضات سنیں تھیں۔ جس سے آپ نے اسلام کی پہلی لڑائی کا حال دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد قریش مکہ مختلف مواقع پر مسلمانوں کو چھیڑتے رہے لیکن انہیں ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔

غزوۂ احد جو ۳ھ میں پیش آیا اس میں ایک اجتہادی غلطی جس کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، کے پیشِ نظر وقتی طور پر تکلیف اٹھانا پڑی لیکن آخری نتیجہ مسلمانوں کے حق میں رہا۔

اس کے بعد غزوۂ خندق پیش آیا۔ جس کو احزاب بھی کہا جاتا ہے ۲۸ ہزار کفار کا ٹڈی دل لیکن اللہ تعالیٰ نے نہتّے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا۔

الغرض انہی شب و روز کے بعد خواب کا قصہ پیش آیا۔ حضور علیہ السّلام مکہ معظمہ گئے تو حدیبیہ روک لیے گئے صلح ہوئی۔ جس کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں نرم تھیں لیکن ان شرائط نے بے پناہ فائدہ پہنچایا۔ کہ امن و صلح کے ماحول میں اِدھر اُدھر آمدورفت میں آسانی ہو گئی۔ اور دعوۃ و تبلیغ کی راہ کی ممکنہ رکاوٹیں ختم ہو گئیں۔

اور یہ شرط کہ اگر کوئی مسلمان مکّہ میں آیا تو اسے واپس نہیں بھیجا جائے گا سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئی۔ کچھ مظلوم مسلمان جنہیں کفارِ مکہ ستاتے تھے۔ انھوں نے مدینہ جا کر پناہ لینا چاہی۔ حضور علیہ السّلام نے حسب معاہدہ انہیں واپس کر دیا لیکن انھوں نے واپس جانے کے بجائے کفار کے تجارتی راستوں پر ڈیرہ ڈال لیا۔ اور اب جو ان سے نمٹنے لگے تو یار لوگ پریشان ہو گئے۔ اور حضورؐ سے کہہ کر اس شرط کو واپس کر دیا۔ — لیکن سالِ آئندہ ۸ھ میں جب نقضِ عہد کیا۔ جس کی صورت یہ بنی کہ انھوں نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ کے خلاف اپنے حلیف قبیلہ کی امداد کی تو اب مسلمانوں کے لیے راستہ ہموار تھا۔ چنانچہ اسی رمضان المبارک کی مبارک گھڑیوں میں دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ نبی امی علیہ السّلام مکہ کی طرف روانہ ہوئے — اتنی عظیم طاقت اپنے ہمراہ ہونے کے باوجود آپ کی نگاہیں اللہ رب العزّت کی امداد کی طرف

مرکوز تھیں - دل یادِ الٰہی سے معمور تھا اور عاجزی و انکساری کا مرقع بنے آپ سوئے منزل رواں دواں تھے۔ حتیٰ کہ مکہ کا شہر نظر آنے لگا۔ وہی شہر جہاں سے آٹھ سال قبل آپ کو اور آپ کے رفقاء کو ہجرت کرنا پڑی تھی اور آپ نے ہجرت کے سفر پر روانہ ہونے سے قبل آخری بار بیت اللہ کو بڑی دلسوزی سے مخاطب کیا اور فرمایا:

کہ "تو مجھے سب سے زیادہ
عزیز ہے لیکن یہاں کے باسی
مجھے یہاں رہنے نہیں دے
رہے ہیں"

وہی مکہ جس کی زیارت آپ دو سال قبل نہ کر سکے اور حدیبیہ سے واپس لوٹنا پڑا — اس کی دیواریں نظر آئیں تو صحابہ کے دل خوشی و مسرت سے اچھل پڑے — قائدِ بدر و احد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی حکمتِ عملی یہ اختیار کی کہ اسلامی افواج کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا - اور مختلف راستوں پر مارچ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ناگزیر حالات کے علاوہ امن و سکون قائم رکھنے کا حکم دے کر لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کہ شہر کو جانے والا ہر راستہ مسلمانوں کے قدموں تلے تھا اور ہر حصہ بغیر کسی مزاحمت کے مرکزِ اسلام کعبۃ اللہ تک پہنچ گیا۔ حضرت خالد بن ولید (سیف من سیوف اللہ) کی قیادت میں جو دستہ تھا اس کو البتہ کسی قدر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن خالد کے عزم و استقلال، بے خوفی اور جنگی حکمتِ عملی نے دشمنوں کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ اور یوں لشکرِ اسلام بخیریت مرکز تک پہنچ گیا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امنِ عام کا اعلان فرما چکے تھے اور واضح کر چکے تھے کہ جس نے گھر کا دروازہ بند کر لیا - جو ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر داخل ہو گیا اسے امن ہے۔

بیت اللہ میں

آپ ہزار تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ خدا کے گھر میں تشریف لے گئے۔

اہلِ مکہ نے دنیا کے سب سے بڑے بت خانہ میں تبدیل کر رکھا تھا — آپ نے ایک ایک بت اور مورتی کو توڑا - زبانِ حق و صداقت پر جاء الحق و زھق الباطل کے زمزمے تھے۔ جب یہ عمل پورا ہو گیا تو دوگانہ ادا کی۔ رسالت، کی اس نماز میں جو سوز و درد ہو گا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ ایک خواہش تھی جو اللہ نے پوری فرمائی۔ کل اسی شہر میں بلکہ اسی خدا کے گھر میں آپ پر پتھر پڑے، راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ صحنِ مسجد میں گلا دبانے کی کوشش کی گئی عین حالتِ سجدہ میں کمر پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی۔ لیکن آج وہی لوگ لرزہ براندام ہیں — سوچ رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

عام معافی کا اعلان

لیکن حضور سراپا رحمت باہر تشریف لاتے ہیں۔ دل خدا کی طرف متوجہ زبان پر ذکرِ الٰہی اور آنکھیں جھکی ہوئی ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ آپ لوگ مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہیں؟ مجرم لوگوں کو اس سوال سے حوصلہ ہوا۔ انہوں نے آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور آپ کی شفقت و محبت کی دہائی دی، اچھے سلوک کی بھیک مانگی تو دریائے رحمت اچھل پڑا، فرمایا:

اپنے برادر عزیز و صدیق حضرت یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں، میں عفو عام کا اعلان کرتا ہوں:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ آج تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سارے کے سارے آزاد ہو۔ مزید ان کی بہتری و بھلائی کی دعا فرمائی۔

نتائج

اس عظیم تر انقلاب کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ دنیا نے ایسا انقلاب کاہے کو دیکھا جس میں کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی۔ حضور علیہ السلام چاہتے تو آج آپ ایک ایک سے بدلہ چکا لیتے۔ لیکن آپ نے عفو و درگزر کی وہ مثال قائم کی جس کی مثال چشمِ فلک نے نہ کل دیکھی نہ آج اور نہ آئندہ ہی ایسا ممکن ہے۔

اس طرزِ عمل اور اسوۂ مبارکہ نے

ترقی اسلام و مسلمین کی راہ ہموار کر دی۔ مغرور قریش کی گردنیں جھک گئیں تو ان کی طرف دیکھنے والے قبائل جوق در جوق مدینہ کیطرف آکر حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اور آئندہ سال عام الوفود قرار پایا۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کی قرآنی حقیقت الم نشرح ہو گئی۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان کو حوصلہ مندی، تدبّر اور حکمت عملی سے کام لے کر دشمن کو زیر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن جب وہ زیر ہو جائے تو عفو و درگذر کے ہتھیاروں سے کام لے کر اپنی سچائی کا جھنڈا گاڑنا چاہیئے۔ نہ کہ انتقامی جذبات میں اندھا ہو کر خونِ انسانیت بہانا چاہیئے۔ کیونکہ جو لذّت و مزہ عفو میں ہے وہ انتقام میں نہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کچھ کیا، لیکن انہیں اور ان کے رفقاء کو یورپ کے دریدہ ذہن مصنفین وحشی کہتے ہیں۔ جبکہ اپنا حال یہ ہے کہ ان کے جنگی ساز و سامان سے دنیا کی کوئی چیز محفوظ نہیں۔

سچ کہا اکبرؔ نے ؎

یہی کہتے رہے کہ اسلام پھیلا تلوار سے
یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے پھیلا کیا ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ نبوی کو اپنانے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

روزہ داروں کیلئے بشارت

دینا محمد قاسمی خان پور

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لیے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے جس کے جھونکوں کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں۔ جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑی ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ آج کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے آج کھول دئے گئے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے اور مالک (جہنم کا داروغہ) سے فرما دیتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دے اور جبرئیل کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اس ایک ن میں آزاد فرماتے ہیں۔ اور جس رات شبقدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیلؑ کو حکم فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں۔ جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں۔ اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں

ہیں کیا معاملہ فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف کر دیا۔

صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ چار شخص کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔ دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔ پھر جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت! اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔

وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دی جائے۔

تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو۔ میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم، اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا نہ کروں گا۔ میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

اللّٰھم اجعلنا منھم۔

چند امور قابل غور ہیں۔

جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامہ سے مستثنیٰ کر دیے گئے۔ جن میں سے آپس میں لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لیے کون سا ٹھکانا ڈھونڈھ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعائیں برداشت کر رہے ہو۔ اور جبرئیل علیہ السلام کی بددعائیں اٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو میں پوچھتا ہوں

آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی۔ اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی۔ وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے جبکہ اللہ کا پیارا رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے۔ اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بددعا کر رہا ہے اللہ جل شانہٗ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہا ہے۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آ جائے تو کچھ نہیں بگڑتا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن ہے اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کارآمد وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے۔

حق تعالیٰ اپنے حقوق میں درگزر فرماتے ہیں مگر بندوں کے

آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دئے نہیں چھوڑتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری امت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے۔ اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے، کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مارپیٹ کی تھی۔ پس یہ دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جائیں گے تو اپنی برائیاں ان حرکتوں کے بدلے میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ اس بابرکت مہینے میں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وجوہ فضائل

پروفیسر عبدالمجید چکوال

دسویں دلیل

حضرت ابوبکرؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا جانشین بنایا۔ قرآن کی متعدد آیات اور حضورؐ کے بے شمار ارشادات نے ان کی خلافت کی پیشن گوئی کی۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو خلافت عطا فرمانے کا وعدہ کیا (آیۂ استخلاف)

اور یہ وعدہ عالمِ اسباب میں ابوبکرؓ کی خلافت کی شکل میں پورا ہوا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اکٹھے ہوئے۔ بعض انصار نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ خلیفہ انصار میں سے ہونا چاہیے۔ ابوبکرؓ کو اس اجتماع کی خبر ملی آپ عمرؓ اور ابوعبیدہؓ کو ساتھ لے کر سقیفہ جا پہنچے۔ وہاں ان تینوں حضرات کی تدبیر سے انصار و مہاجرین کے اختلاف کا فتنہ ختم ہو گیا اور تمام مہاجرین و انصار نے ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ (بخاری)

سب سے پہلے بیعت کرنے والے بشیرؓ بن سعد انصاری تھے۔ (ابن اسحٰق)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے روز مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی۔ جس میں تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی۔ ابوبکرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب ابوبکرؓ نے مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ زبیرؓ موجود نہیں ہیں۔ ان کو بلوایا انہوں نے بھی بیعت کر لی پھر نظر دوڑائی معلوم ہوا کہ علیؓ موجود نہیں ہیں۔ ان کو بھی بلوایا۔ انہوں نے بھی بیعت کر لی (بیہقی)

علیؓ نے خود آکر ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا اور علیؓ نے ان کی بیعت کر لی (انساب الاشراف۔ بلاذری)

جب علیؓ کو اطلاع ملی تو وہ بلاتاخیر مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے فوراً ابوبکرؓ کی بیعت کر لی (طبری)

حضرت علیؓ نے وفاتِ نبوی کے پہلے روز یا دوسرے روز بیعت کر لی اور یہی بات حق ہے اس لیے کہ علیؓ کسی وقت بھی صدیقؓ سے جدا نہیں ہوئے۔ نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا منقطع کیا اور جب ابوبکرؓ قتال مرتدین کے لیے ننگی تلوار لے کر نکلے تو بھی علیؓ ان کے ساتھ تھے (ابن کثیر)

مہاجرین میں سے کوئی بھی ایسا تھا جس نے بیعت نہ کی ہو۔ (طبری)

جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مرتدوں سے قتال کیا، مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا۔ جھوٹے نبیوں کا استیصال کیا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے ایک وسیع حصہ کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ اس طرح تمکینِ دین کا وعدہ بھی ابوبکرؓ کے ہاتھ پر پورا ہوا اور استخلاف کا بھی۔ خلافتِ ابوبکرؓ کا ایک بہت بڑا کارنامہ جمع قرآن بھی ہے۔ اس کی بدولت قرآن کی حفاظت کا وعدہ بھی ابوبکرؓ کے ذریعہ پورا ہوا۔

ابوبکرؓ کا خلیفۂ اوّل اور خلیفۂ بلافصل ہونا اور ان کی خلافت کے کارنامے ان کی افضلیت کی روشن ترین دلیل ہیں۔

صدّیقِ اکبرؓ

گیارھویں دلیل

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں سب سے اوّل نبی ہیں پھر صدیق۔ اس کے بعد شہید اور پھر صالحین۔ انبیاء کے بعد سب سے افضل مرتبہ صدیق کا ہے۔ امّت میں بہت سے صدیق ممکن ہیں۔ اس لیے امّت میں سب سے افضل وہ ہوگا جو سب سے بڑا صدیق یا صدیق اکبر ہو اور جس کو بارگاہِ رسالتؐ سے صدیق کا خطاب ملے۔ یہ فضیلت صرف ابوبکرؓ کو حاصل ہے۔ اس لیے آپ صدیق اکبرؓ بھی ہیں اور افضل امّت بھی۔

حضرت علیؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آیت والذی جاء بالصدق سے مراد حضورؐ ہیں اور وصدّق سے مراد ابوبکرؓ ہیں (ازالۃ الخفاء)

گویا خود قرآن نے ابوبکرؓ کے صدیق ہونے کی گواہی دی۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کے معراج شریف کی بلاتامّل تصدیق کی تو حضورؐ نے صدیق کا خطاب عطا فرمایا۔ (حاکم)

شبِ معراج میں حضورؐ نے جبریل امین سے پوچھا کہ میری قوم میں سے اس واقعہ کی تصدیق کون کرے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ آپ کی تصدیق کرے گا۔ وہ صدیق ہے۔ (ابن سعد)

غارِ ثور میں حضورؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا تو صدیق ہے۔ (تفسیر قمی)

حضورؐ ایک دفعہ کوہِ حرا پر تھے۔ آپ کے ساتھ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ تھے، پہاڑ حرکت کرنے لگا تو حضورؐ نے فرمایا۔ ٹھہر جا۔ تیرے اوپر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ (ترمذی)

اس ارشاد میں صدیق کا لفظ ابوبکرؓ کے لیے استعمال فرمایا۔

ایک دفعہ حضور کوہِ احد پر چڑھے۔ آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔ پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ آپؐ نے اپنا پاؤں مبارک پہاڑ پر مار کر ارشاد فرمایا۔ پکی بات ہے تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق، اور دو شہید ہیں۔

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

ایک سائل کو حضورؐ نے اور ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ نے باری باری عطا کیا۔ اس نے حضورؐ سے برکت کی دعا مانگنے کے لیے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تمہیں کیوں نہ برکت دی جائے گی۔ حالانکہ عطا کیا تمہیں ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں نے۔ جملہ کا آخری حصہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا (ابویعلیٰ)

حضرت علیؓ بر سرِ منبر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا۔

(دارقطنی۔ الاصابہ)

ابومحجن ثقفیؓ اور ابوالہیثم بن تیہانؓ نے اپنے اشعار میں ابوبکرؓ کے لیے صدیق کا لفظ استعمال کیا (استیعاب)

حضرت علیؓ نے اپنے خط میں ابوبکرؓ کے لیے صدیق کا لفظ تحریر فرمایا۔ (شرح نہج البلاغہ۔ ابن ہیثم بحرانی)

امام زین العابدین، امام باقر اور امام جعفر صادق نے ابوبکرؓ کے لیے صدیق کا لفظ ارشاد فرمایا اور ابوبکرؓ کی صدیقیت کا انکار کرنے والوں سے سخت ناراض ہوئے۔

(کشف ا ۔ دارقطنی)

ایک شیعہ روایت ہے کہ

حضورؐ ایک دفعہ محو گفتگو تھے۔ اسی اثناء میں ابوبکرؓ آئے۔ آپؐ نے ابوبکرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ انت الصدیق، انت ثانی اثنتین اذھما فی الغار۔ (تو صدیق ہے، تو دو میں سے دوسرا ہے جب کہ دونوں غار میں تھے) (اخبار الرجال)

نیز امام جعفر صادقؒ کا ارشاد ہے۔ ابوبکر صدیق میرے دوہرے جد ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کو برا بھلا کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی عزت نہ دے اگر میں صدیق کی عزت نہ کروں۔ (احقاق الحق)

امام جعفر صادقؒ کی والدہ ام فروہ کے والد ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ ہیں اور اور ام فروہ کی والدہ ہیں۔ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ (صافی شرح اصول کافی، کشف ا! احتجاج طبرسی، جلاء العیون)

مذکورہ بالا شواہد ثابت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ کو اللہ کے کلام سے اور رسولؐ کی زبان سے صدیق کا خطاب ملا۔ اور تمام صحابہؓ و اہل بیت ابوبکرؓ کو صدیق ہی کے خطاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ اس لیے ابوبکرؓ صدیق ہیں بلکہ صدیق اکبرؓ ہیں اور انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔

نمازِ تراویح

قمر حجازی، اوکاڑہ

رضائے خدا ہے نمازِ تراویح　　عطائے خدا ہے نمازِ تراویح
رسولِ خدا کے وسیلے سے ہم کو　　یہ تحفہ ملا ہے نمازِ تراویح
جہاں میں خدا کی رضا چاہنے کا　　وسیلہ بنا ہے نمازِ تراویح
عجب روزہ داروں کو ملتی ہے لذت　　وظیفہ ہُوا ہے نمازِ تراویح

قمرؔ اُٹھ کے کر لو گناہوں سے توبہ
انہی کی دوا ہے نمازِ تراویح

طبی صفحہ

خلاف پیمبر کسے راہ گزید

حکیم عطاء محمد لاہوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم:

ماضی بعید میں حضرت انسان کا سارا اعتماد محض اپنی طاقت پر تھا ہر سفر و حضر میں اپنے قدموں پر دار و مدار تھا۔ خود ہی کَل تھا اور کارخانہ بھی۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ معمولی آلات و پرزوں کا استعمال شروع ہُوا اور بتدریج آلات و کلوں میں ترقی ہوتی گئی۔ اور آج کی دنیا پچھلی دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ آج سے چند صدی قبل کے انسان کی زندگی کا تصوّر کریں اور اس جدید مشینری دَور کا جب کہ انسان نے خارجی فطری طاقت پر تصرّف کر کے اپنی طاقت کی بجائے استعمال میں لے آیا ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں جو انقلاب آچکا ہے یا آ رہا ہے۔ یہ در اصل انسان کی شعوری ارتقاء ہی کا مرہونِ منت ہے۔ اربابِ بصیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کام بھی خلوص و لگن اور انتھک محنت سے کیا جائے۔ اس کے ساتھ اس کی کامرانی کے لیے خالقِ حقیقی سے صحیح اندازِ فکر کی استدعا کی جائے تو وہ نہ صرف ذاتی طور پر سودمند ہو گا بلکہ ملک و ملت کے لیے بھی۔

قدیم انسان پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دُور افتادہ دَور میں انسانوں کی زندگیاں نہایت سادہ تھیں۔ حادثاتِ زمانہ کے علاوہ امراض کا دائرہ اتنا بڑا نہ تھا۔ اکثر امراض کا علاج تدبیر، چارہ جوئی اور غذا سے ہی انجام دئیے جاتے۔ اور عام طور پر انسان طبعی عمر تک صحت مند ہی نظر آتے تھے مگر اس ترقی کے دَور میں ہم صحت عامہ کے مسئلہ کو کہاں تک حل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور ہماری مجموعی و قومی سطح پر صحت میں فقدان کیوں؟ دنیا میں کوئی ایسا سر نہ ہو گا جس میں صحت و تندرستی کا سودا نہ ہو۔ مگر کیا ہم سب حفظانِ صحت کے فطری اصولوں پر کاربند ہیں۔ غذا کی صحیح اور مطابقِ قانونِ قدرت ہی استعمال سے ان عوامل کی بیخ کنی کی جا سکتی ہے جن کی وجہ سے آج انسانی صحت کو گھُن لگتا جا رہا ہے۔ مگر اس میں دشواری یہ ہے کہ غذا کے استعمال میں بے راہ روی میں انسان کی باطنی اور نفسانی حالت کو بہت دخیل ہے مزید برآں انسان نفسیاتی اعتبار سے بھی مائل بہ زوال ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اور سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ جہاں روحانیت فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے وہاں ہماری مادی زندگی جسمانی صحت و بقا میں بھی مکمل ضابطۂ حیات ہے بالفاظ دیگر اسلام میں حفظ روح و نفس، جسم و صحت کا مکمل دستور العمل موجود ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر ہم صحت و تندرستی کی دولت سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اور افرادِ ملت میں صحت کا شعور پیدا کر سکتے ہیں۔

مقامِ تاسّف ہے کہ آج کا انسان سائنس کے ذریعہ سے ہی مذہبی احکام کی معقولیت کی تصدیق کرتا ہے حالانکہ تمام مذہبی امور نہایت ہی حکیمانہ اور حقیقی سائنس پر مبنی ہیں اور سائنسی معلومات آئے دن ترمیم و تنسیخ کے محتاج۔

حفظِ صحت کے بنیادی اصولوں میں ماکول و مشروب کو بہت بڑا دخل ہے۔ انسانی زندگی کا بیشتر اسی پر دار و مدار ہے۔ علم الغذا ایک باقاعدہ وسیع علم ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ اس مختصر سی صحبت میں ان سب کا ذکر کیا جائے مگر بمصداق "مشتے از خروارے" رقمطراز ہوں:-

اللہ تعالےٰ نے انسان کو

اپنی بندگی و عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور عبادت و بندگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تندرستی نہ ہو۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہی لیجئے۔ بسم اللہ۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔۔۔۔ (الآیہ)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس مبارک حکم کے ذریعے سے انسان کو اسراف سے منع فرمایا گیا۔ اور اس کے ساتھ صحت کا بیش قیمت گر بھی بتا دیا گیا کہ کم خوری صحت کے لیے مفید ہے اس سے قوت حافظہ و عقل تیز ہوتی ہے۔ اسراف سے جہاں دولت کا ضیاع ہے وہاں بسیار خوری سے کئی امراض جنم لیتے ہیں۔ مثلاً بدہضمی، ریاحی امراض، اسہال، موٹاپا وغیرہ کیا یہ دونوں عادتیں ہمارے معاشرہ میں نہیں؟

رہبر کامل، آقائے نامدار، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی تعلیم فرمائی۔ بسیار خوری سے منع فرمایا۔ حدیث نبویؐ ہے۔ حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ فان کان لامحالۃ فثلث لطعامہ و ثلث الشرابہ وثلث لنفسہ۔

ترجمہ: انسان کی کمر سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں اگر لازماً زیادہ کھانا ہو تو کھانا معدہ کا ایک تہائی، ایک تہائی پینے اور ایک تہائی سانس کے لیے جگہ ہو۔

ارشادِ نبویؐ ہے۔ ان اللہ یبغض الاکل فوق شبعہ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بھوک سے زیادہ کھانے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

فقیہہ ابوالقدیث نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ فرمایا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا مطلب مفہوم یہ ہے کہ کھانے کے بیچ میں سے نہ کھایا کرو کیونکہ درمیان برکت ہوتی ہے۔

کھانے کے آداب میں مزید احادیث کا اجمالی ترجمہ (جن کا مطلب و مفہوم) یہ ہے کہ بسم اللہ سے شروع کیا جائے۔

۲۔ تکیہ لگا کر کھانا اور کھڑے ہو کر کھانے سے منع فرمایا۔

۳۔ کھانے کے برتن کو صاف کرنا (خوراک کا کوئی حصہ باقی نہ رہے) مروی ہے کہ برتن اس شخص کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس شخص کو آگ سے نجات عطا فرما۔ جس طرح اس شخص نے مجھے شیطان کے ہاتھ سے نجات فرمائی۔ ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹ لینا بھی احسن قرار دیا۔ عمدۃ الاحکام میں درج ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دسترخوان سے گری ہوئی چیز (خوراک کا حصہ) اٹھا کر کھا لیتا ہے اس کو فراخی رزق حاصل رہے گی۔ ایک ہی دسترخوان پر اکٹھے مل کر کھانا باعث برکت ایزدی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ گوشت کو چھری یا چاقو سے کاٹ کر مت کھاؤ، کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔

اسی طرح مشروبات کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک سانس سے پانی نہ پیا کرو اس سے سینہ میں درد ہونے کا امکان ہے۔

مندرجہ بالا احکام و فرمودات میں نہایت جامع اور صحت کی بقاء کے زریں اصول ہیں اور جہاں اس سے تندرستی کو دوام ملے گا وہیں یہ باعث برکت و نجات بھی۔

دوسری حدیث مبارکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین سانس سے پانی پیا کرو اس طرح کھڑے ہو کر پانی پینے سے روکا سوائے آب زمزم کے۔

اب جب کہ ہر طرف محاسبے کا عمل جاری ہے ہم بھی اجتماعی و انفرادی صورت میں اپنا اپنا محاسبہ کریں کہ کہاں تک ان زریں احکام پر عمل پیرا ہیں۔ کیا ہم رسومات میں اسراف سے اجتناب کرتے ہیں اور اجناس خوردنی کا جس ڈھب سے ضیاع کرتے ہیں

کیا وہ اسلامی طریق ہیں کیا چل پھر کر کھانا آج ہم نے شعار نہیں بنا لیا اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا ہمارے ہاں معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ ہم میں سے کون ہے جو گری ہوئی غذا کو اٹھا کر صاف کر کے کھاتا ہے۔ ہم دعوتوں میں چھری کانٹے کا استعمال کثرت سے نہیں کرتے؟ اور دوسرے جہانات کی طرح جگہ جگہ سے آداب شرافت کو بالائے طاق رکھ کر نہیں کھاتے؟

مشروبات میں بھی چل پھر کر پینا، کھڑے ہو کر پینا اور کچھ نہ کچھ چھوڑ دینا ایک فیشن نہیں بن چکا؟

ذرا سوچیں کیا یہ دورِ موڈرن جہالت کا دور نہیں اور ہمارا معاشرہ کس نہج پر چل پڑا ہے۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید

یاد رکھیئے انسانی زندگی مختلف اثرات کا مجموعہ ہے۔ پہلا اثر انسان پر اپنے والدین سے لیتا ہے۔ پھر گرد و پیش کے حالات سے۔ پھر استاد سے، جس سے لکھنا پڑھنا یا کوئی ہنر سیکھتا ہے۔ ان اثرات کے علاوہ آدمی کی اخلاقی و علمی نشو و نما پا اس وقت کے بڑے آدمیوں کا اثر ہوتا ہے۔ جن کے حالات و کمالات دیکھتا ہے۔ کیا ہم آئندہ نونہالانِ وطن کو یہ ثمرہ ورثہ میں دیں گے جس کے خود خوگر ہو چکے ہیں۔ کیا ہم اس بے راہروی سے خود اپنی اور ماحول کی اصلاح کے لیے تیار ہیں۔

اب جبکہ ہر طرف نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کا نعرہ بلند ہو رہا ہے اسلامی اقدار کو کب تک پس پشت ڈال رکھیں گے۔ کیا اطوارِ حسنہ سے روگردانی بموجب سزا نہیں؟ اور فطرت کے سادہ اصولوں سے روگردانی کون سی تہذیب ہے؟ اور ہم اپنے ضمیر اور شعور کو اس محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات جس نے انسان کو تندرستی کے انمول اصول بتلائے

آئیے! اس ماہ مبارک کے موقع پر دلی عہد کریں کہ ہم معاشرہ کی ہر برائی کو دور کرنے میں اپنی اور سب کی اصلاح کرنے کی سعی کریں گے اور اس طرح ہم نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے راہ ہموار کریں گے۔

اللہ تعالےٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اسلامی نظام کے خد و خال
اہل حدیث کی نظر میں

مولوی محمد ولی
درجہ تخصص
فقہ اسلامی
مدرسہ عربیہ
نیوٹاؤن کراچی



پاوش بخیر مولوی محمد صادق سیالکوٹی جو غیر مقلدوں کے مشہور عالم ہیں اور جن کے افادات آئے دن غیر مقلدوں کے رسائل اور مجلات میں چھپتے رہتے ہیں۔ بڑے مزے کے آدمی ہیں۔ وہ روزانہ ایسی نئی نئی باتیں اپنے ذہن و دماغ سے نکالتے ہیں کہ سارے غیر مقلدین ان کو پڑھ کر عش عش کرتے ہیں۔ یہ اپج حقیقت میں مولوی صاحب کا خاص حصہ ہے۔ ہر غیر مقلد عالم کا دماغ اتنا شاداب کہاں کہ وہ ان حقائق تک پہنچ سکے۔

حال ہی میں ان کا ایک مضمون "اسلامی نظام کے خد و خال" ہفت روزہ اہلحدیث بابت ۱۹، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ میں نظر سے گذرا۔ پڑھ کر خیال آیا کہ ان کی پُرلطف باتوں سے تنہا مزہ لینا صحیح نہیں، ان کی تحقیقات کو عام کرنا چاہیے اور ان کی تحریر میں جو رموز اور حقائق پنہاں ہیں ان کو واضح کر کے عام لوگوں کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی ان کی فکر رسا سے باخبر ہوں نیز وہ امور جو ابھی تک مولوی صاحب کے سینۂ معارف گنجینہ میں مستور ہیں ان کو پردۂ خفا سے باہر نکلوانا چاہیے تاکہ مولوی صاحب کی یہ اچھوتی تحقیقات عام ہوں۔

اتنی تمہید کے بعد اب ہم اپنے ناظرین کو مزید انتظار کی زحمت نہیں دینا چاہتے اور مولوی صاحب کے لطائف کو وقف عام کرتے ہیں آپ بھی غور سے پڑھیں اور مولوی صاحب کی اس اپج کی داد دیں۔ سہولت کے لیے ہم مولوی صاحب کی ان پرلطف تحقیقات کو نمبروار پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مولوی محمد صادق صاحب

اپنے مضمون میں فرماتے ہیں "حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ مکاتب فکر ہیں۔ بریلوی اور دیوبندی بھائی بھی حنفی ہیں۔ ان سب کی خدمت میں بڑے ادب و خلوص سے گذارش ہے کہ نجات ان ناموں یعنی نسبتوں میں نہیں ہے اور نہ یہ نسبتیں ضروری ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں:

اعلم انہ لم یکلف اللہ تعالیٰ احداً من عبادہ بان یکون حنفیاً او مالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل اوجب علیہم الایمان بما بعث بہ سیدنا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہو بلکہ ان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا فرض کیا ہے۔"

سیالکوٹی صاحب سے اس بارے میں عرض یہ ہے کہ قول سدید نامی کتاب کے بارے میں تو آج تک ہم یہی غلطی چلے آ رہے تھے کہ یہ محمد بن عبدالعظیم بن فروح المکی الحنفی کی ہے۔ جیسا کہ ایضاح المکنون علی اذیال کشف الظنون ص ۲۴۹ ج ۲ میں مذکور ہے۔ مولوی محمد صادق صاحب نے کمال کر دیا کہ کتاب کسی کی ہے منسوب کسی کی طرف کر رہے ہیں۔ خدا خوش رکھے انھوں نے سے

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

کی روایت پھر دہرا کر اہلِ ذوق کے لیے تفریحِ طبع کا سامان مہیا کیا۔ اگر مولوی صادق صاحب کے پاس قولِ سدید کا نسخہ ہو تو از راہِ کرم ذرا یہ بتایا جائے کہ یہ کتاب کہاں چھپی ہے ، کب چھپی ہے ، کتنی ضخیم ہے ، نایاب ہے یا کمیاب ، تاکہ ہم بھی اس کے حصول کے لیے جدّ و جہد کریں اور اگر قلمی ہے مطبوعہ نہیں ہے تو ہم مولوی صاحب سے پُرزور التجا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اس کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی لینے کی اجازت مرحمت فرمائیں ۔ ہم عمر بھر ان کے ممنون ہوں گے ۔

۲۔ مولوی محمد صادق صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی طرف ایسی بات منسوب کر دی کہ خود شاہ صاحب کی کتابوں سے اس کی تکذیب ہوتی ہے ۔ دیکھیے ! شاہ صاحبؒ اپنی کتاب عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید صـ۵۳ میں فرماتے ہیں :

" باب تاکید الاخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشديد فی تركها والخروج عنها ، اعلم ان فی الأخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة "

باب ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے اور ان کے ترک میں اور ان سے نکلنے کی سختی کے بیان میں ، جان لے کہ ان چاروں مذاہب کو اختیار کرنے میں عظیم الشان مصلحت ہے اور ان سے اعراض اور روگردانی میں بہت بڑا فساد ہے "

کتاب مذکور کے صفحہ ۵۶ پر لکھتے ہیں :۔

" ولیس مذهب فی هذه الازمنة المتأخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة الا مذهب الامامية والزيدية وهم أهل البدعة لا يجوز الا عتماد على اقاويلهم "

" اس زمانے میں کوئی مذہب ایسا باقی نہیں رہا جس کو اختیار کیا جائے سوائے مذاہب اربعہ کے ، ہاں بمشکل امامیہ و زیدیہ کا مذہب ہو سکتا ہے لیکن وہ اہلِ بدعت ہیں ۔ ان کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں ہے "

اسی صفحہ پر آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

" قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الاعظم ، ولما اندرست مذاهب الحقة الا هذه المذاهب الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم ، والخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم "

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوادِ اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو ۔ اور جب ان مذاہب اربعہ کے علاوہ باقی سچے مذاہب مفقود ہو گئے اس لیے ان مذاہب کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے اور ان سے خروج سوادِ اعظم سے خروج ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک امام بخاریؒ بھی شافعی ہیں اپنی کتاب الانصاف فی بیان سبب الاختلاف صـ۴۷ میں امام بخاریؒ کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

" ومن هذا القبيل محمد بن اسماعيل البخاری فانه معدود فی طبقات الشافعية "

" اسی قبیل سے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ بھی ہیں ۔ ان کا شمار طبقاتِ شافعیہ میں کیا گیا ہے "

اسی کتاب کے صـ۵۷ پر امام ابوداؤدؒ ، امام ترمذیؒ ، امام ابن ماجہؒ اور امام دارمیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

" واما ابوداؤد والترمذی فهما مجتهدان منتسبان الى أحمد واسحاق وكذالك ابن ماجه والدارمی فيما نرى والله اعلم "

یہ حضرات بھی حنبلی اور اسحاقی ہو گئے ۔

نیز اسی صفحہ پر امام مسلمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

" وأما مسلم وأبو العباس الأصم جامع مسند الشافعی والام والذين ذكرناهم بعده فهم منفردون لمذهب الشافعی يناضلون دونه "

لیجیے امام مسلمؒ تو خالص شافعی ہو گئے ۔ امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ دونوں حنبلی ہیں ۔ خود

شاہ ولی اللہؒ کے بارے میں جناب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اپنی کتاب اتحاف النبلا ص ۲۹۷ میں فرماتے ہیں:۔

"خاندانِ ایشاں خاندان علوم حدیث و فقہ حنفی است"۔

صادق صاحب ان کبار ائمہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ صحاح ستہ کے مصنفین بھی یا تو شافعی المسلک ہیں یا حنبلی، آپ اس کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ خود حضرت شاہ ولی اللہؒ ان کو شافعی اور حنبلی بتا رہے ہیں اگر آپ اس کی تغلیط کریں گے تو یہ حضرت شاہ صاحبؒ کی تکذیب ہوگی۔

۳۔ مولوی صادق صاحب نے آگے ملا علی قاری حنفیؒ کی کتاب شرح عین العلم سے بھی اس قسم کی عبارت نقل کی ہے۔

"ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ما کلف احداً ان یکون حنیفاً او شافعیاً او مالکیاً او حنبلیاً"۔

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ مولوی صادق صاحب نے پوری عبارت نقل نہ کر کے خیانت کی ہے۔ اس سے آگے عبارت یوں ہے "بل کلفھم ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او یقلدوا ان کانوا جھلاء"۔ یعنی عالم ہونے کی صورت میں سنت پر عمل کرے اور جاہل ہو تو تقلید کرے۔

مولوی صادق صاحب نے عبارت کا آخری حصہ جو ان کے مدعا کے صریح خلاف تھا حذف کر دیا۔ پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ جن بزرگ کے قول سے حنفی وغیرہ نسبتوں کے ضروری نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں خود انہی کے نام کے ساتھ حنفی بھی لکھتے ہیں صادق صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

"حضرت ملا علی قاری حنفی شرح عین العلم میں فرماتے ہیں"۔

۴۔ سیالکوٹی صاحب آگے لکھتے ہیں "قبر میں نکیرین یہ سوال بھی کریں گے "ما دینک" تو جواب میں کوئی نہیں کہے گا کہ میں حنفی ہوں، میں شافعی ہوں، میں مالکی ہوں، میں حنبلی ہوں، میں بریلوی ہوں، میں دیوبندی ہوں" انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ صادق صاحب یہاں یہ بھی ذکر فرما دیتے کہ یہ بھی کوئی نہیں کہے گا۔ کہ میں غیر مقلد ہوں، میں سلفی ہوں، میں ظاہری ہوں، میں محمدی ہوں، میں غربائے اہل حدیث میں سے ہوں، میں مرکزی اہل حدیث سے ہوں، میں لامذہب ہوں لیکن سیالکوٹی صاحب سے انصاف کی توقع خود انصاف کا خون کرنا ہے) بلکہ صحیح جواب جس پر نجات موقوف ہے بقول حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے "دینی الاسلام" او

مولوی صادق صاحب ان نسبتوں کے غیر ضروری ہونے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے اس نظریے کی تردید خود ان کے کلام میں موجود ہے۔ خط کشیدہ جملہ ملاحظہ ہو۔ جب کوئی یہ نہیں کہے گا کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں۔ اور بالکل نہیں کہے گا کیونکہ مذہب کا تعلق صرف فروعی مسائل سے ہے۔ اعتقادات سے نہیں۔ اعتقادیات میں کوئی کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ نکیرین کا سوال دین کے بارے میں ہوگا نہ کہ مذہب کے بارے میں۔ مولوی صاحب کو دین اور مذہب کا فرق بھی معلوم نہیں ہے۔ ساری کتابوں میں جب اختلافی مسائل کا بیان ہوتا ہے۔ تو کہیں یہ نہیں لکھا جاتا کہ یہ دین بخاری کا تھا، یہ دین مسلم کا تھا، بلکہ یہی لکھتے ہیں کہ یہ مذہب بخاری کا تھا، یہ مذہب مسلم کا تھا۔

ابھی شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصریح گزری کہ بخاری، مسلم کا مذہب شافعی تھا۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ ان کا دین شافعیؒ تھا کیا مولوی صادق صاحب غیر مقلدی کو بھی مذہب کے بجائے دین سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر وہ سب مسلمانوں سے الگ دین کے مدعی ہیں۔ دین ان عقائد کا نام ہے جن کی دعوت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء برابر دیتے چلے آئے ہیں۔ مذہب ان قواعد عقلیہ کا نام ہے جن کو سامنے رکھ کر کتاب و سنت سے مسائل نکالے جاتے ہیں۔ مثلاً ثبوت روایت کے سلسلے میں امام بخاریؒ کا مذہب

یہ ہے کہ اگر دو راوی معاصر ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے حدیث روایت کرے تو جب تک تاریخ میں ایک دوسرے سے ملاقات کا ذکر نہ ہو اس وقت تک وہ حدیث متصل نہیں سمجھی جائے گی۔ امام مسلمؒ کے نزدیک صرف امکان لقاء شرط ہے ۔ بالفعل لقاء شرط نہیں ہے۔ دیکھئے محدثین ان میں سے ایک کو امام بخاریؒ کا اور دوسرے کو امام مسلمؒ کا مذہب کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ امام بخاریؒ کا دین یہ ہے اور یہ امام مسلمؒ کا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف جائز ہے۔ مذہب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی نہیں کرتا۔ ادیان سماویہ تو کہا جاتا ہے لیکن مذاہب سماویہ نہیں کہا جاتا۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب اتنا فرق بھی نہ سمجھ سکے اور لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کے لیے تلبیس کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا منکرین کے جواب میں ان نسبتوں کے کارآمد نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ یہ نسبتیں غیر ضروری ہیں۔

اور اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ صادق صاحب کی اس تقریر سے ان نسبتوں کا غیر ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر مقلد ہونا، لامذہب ہونا، اہل حدیث ہونا، ظاہری ہونا، غربائے اہل حدیث ہونا، سلفی ہونا، مرکزی اہل حدیث ہونا بھی تو ایک نسبت ہے۔ صادق صاحب نے ان کے بارے میں کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ ارباب صحاح ستہ بھی شاہ ولی اللہؒ کے قول کے مطابق شافعی، حنبلی اور احناف ہیں۔ بتائیے ان حضرات ائمہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز اگر یہ نسبتیں غیر ضروری ہیں تو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے لفظ وہابی سے اپنا اور اپنے فرقے کا پیچھا چھڑانے کے لیے اور اہل حدیث کا خطاب حاصل کرنے کے لیے ۱۲۹۲ھ میں "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" لکھ کر جہاد کو منسوخ کیوں قرار دیا؟ اور شیخ الکل برطانوی شمس العلماء مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی بٹالوی صاحب کی تمام پالیسیوں میں ممد و معاون بلکہ سرپرست کیوں رہے؟ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۶۳ تا ص ۹۳ مؤلفہ پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب)

۵۔ صادق صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"سب مکاتب فکر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرکے بیعت کریں دست سنت پر (جو ایک طرح کے حضورؐ کے ہاتھ پر ہی بیعت ہوگی کہ سنت اور حدیث سربراہ مرسلان کے قائم مقام ہے) اے اللہ! گواہ رہ کہ ہم تیرے پیارے اور سچے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے ہیں کہ ہم صرف سنت کو اپنائیں گے الخ"

ہم سیالکوٹی صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت ہم صرف سنت کو نہیں اپناتے بلکہ قرآن کریم کو بھی اپناتے ہیں۔ نجات ان دونوں پر منحصر ہے۔ صرف قرآن میں بھی نجات نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کے مطالب حدیث کے بغیر سمجھ میں نہیں آئیں گے اور نہ وہ مطالب معتبر ہیں۔ جو حدیث اور صحابہ کرام کی آراء کی روشنی میں نہ لئے گئے ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم کی سب سے عمدہ تفسیر حدیث نبوی ہی ہے۔ اسی طرح صرف سنت پر بھی نجات نہیں جب تک قرآن کریم اس کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ قرآن کریم کا رتبہ حدیث سے مقدم ہے۔ معلوم نہیں صادق صاحب صرف سنت کا نام تو لیتے ہیں اور قرآن کریم کو بھول

جاتے ہیں - آخر آپ کتاب و سنت دونوں کا نام کیوں نہیں لیتے ؟

آپ فرماتے ہیں کہ سنت سربراہ مرسلاں کے قائم مقام ہے تو پھر صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اس کے بعد حضرت عثمانؓ اور اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ کو خلیفہ یعنی پیغمبرؐ کا نائب اور جانشین کیوں مقرر کیا - کیا صحابہؓ کے سامنے احادیث نبویؐ نہیں تھیں - اور اگر حدیث ہی پیغمبرؐ کا خلیفہ ہو تو پھر خلافت راشدہ اور اس کے بعد بنو امیہ اور بنو عباس کی خلافتیں سب خلاف شریعت ٹھہریں گی - کیونکہ قائم مقام پیغمبرؐ کے ہوتے ہوئے ان کو خلیفہ بننے کا حق نہیں تھا۔

صادق صاحب ! آج آپ نے حدیث کو پیغمبر علیہ السلام کا قائم مقام کہا - کل قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا قائم مقام کہوگے - کچھ تو سوچ کر لکھئے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں - کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان پر عمل پیرا رہوگے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہیں — یہاں حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تم میں اپنا قائم مقام چھوڑ کر جا رہا ہوں - نیز صادق صاحب کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ امت کے راہ راست پر رکھنے کے لیے پیغمبر علیہ السلام صرف سنت ہی نہیں بلکہ کتاب اللہ بھی چھوڑ کر گئے ہیں - صادق صاحب نے صرف سنت کو لے لیا اور کتاب اللہ کی طرف دیکھا بھی نہیں - افسوس کہ اتباع سنت کے دعویدار کتاب اللہ کو بھی نظر انداز کر گئے - انا للہ و انا الیہ راجعون - شاید اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانے میں ہی راز مضمر ہو -

صادق صاحب ! اگر آپ سنّت کے ساتھ کتاب اللہ کو بھی مانتے ہیں تو پھر اپنے آپ کو اہل کتاب یا کتابی اور یا کتابی اہل حدیث لکھیں - کیونکہ کتاب اللہ کا درجہ سنّت سے مقدّم ہے -

۶ - صادق سیالکوٹی صاحب آگے فرماتے ہیں :-

"اور سچے دل سے عہد کرتے ہیں کہ سنت اور حدیث کے مغائر، ہر عقیدے، عمل، رسم، اور فقہی مواد کو مٹا دیں گے"

صادق صاحب ! یہ آپ کو فقہ سے دشمنی کیوں اور کیسے ہو گئی - یہ تو ہو سکتا ہے کہ کچھ فقہی مسائل ضعیف یا غلط ہوں لیکن چند مسائل کی وجہ سے تمام فقہی مواد کو مٹانا، یہ کون سی عقل کی بات ہے ؟ آخر فقہ شریعت میں کوئی شجر ممنوعہ تو نہیں ہے - دیکھئے ! صحابہؓ میں بڑے بڑے فقہاء تھے، تابعین میں بڑے بڑے فقہاء تھے - فقہاء سبعہ کے نام سے تو شاید آپ بھی واقف ہوں گے - فقہی مواد سے تو خیرالقرون بھی خالی نہ تھا -

آپ کی یہ فقہ دشمنی دو وجہوں سے ہو سکتی ہے یا تو آپ اس علم سے بفضلہ تعالیٰ بالکل کورے ہیں - اور الناس اعداء لما جھلوا کے تحت آپ اس کو اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنا رہے ہیں یا در پردہ کسی صیہونی تنظیم سے رابطہ ہے اور ان کے اشارے پر یہ مشورہ دے رہے ہیں ورنہ ایک مسلمان سے بعید ہے کہ لوگوں کو اس قدر احمقانہ مشورہ دے - اگر آپ کو اس علم سے کوئی مناسبت نہیں ہے، تو نہ سہی

خلق اللہ للحروب رجالاً
وخلق الناس لقصعة وثريد

آپ اس قسم کے مشورے دوسروں کو مت دیجئے - اور اگر آپ نے واقعی اس فقہی مواد کے مٹانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے - تو سب سے پہلے فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ اہل حدیث، فتح العلام، سبل السلام، مسک الختام، دلیل الطالب علی ارجح المطالب، الروضة الندیہ شرح الدرر البھیة، کنز الحقائق، عرف الجادی من جنان، ھدی الھادی السیل الجرار، بل الغمام وغیرہ سب کو دریا برد کر دیں - کیونکہ یہ تمام فقہی مواد سے بھری ہوئی ہیں -

نیز ان شروح احادیث اور تفاسیر کو بھی دریا برد کر دیجئے جن میں کچھ نہ کچھ فقہی مواد موجود ہو۔ جیسے شوکانی کی فتح القدیر اور نیل الاوطار، عبدالرحمٰن مبارک پوری مرحوم کی تحفۃ الاحوذی۔ علامہ شمس الحق صاحب کی عون المعبود، عبیداللہ کی مرعاۃ المفاتیح، ان میں سے کسی کو مت چھوڑیئے۔ اسی طرح صحاح ستہ اور حدیث کی جن کتابوں میں مختلف مسائل پر ابواب قائم کئے گئے ہیں ان سب ابواب کو نیز جملہ کتب حدیث میں جو مجتہدین کے اقوال درج ہیں جیسے کہ صحیح بخاری اور ترمذی ہیں، ان سب کو نکال کر حدیث کو رہنے دیں، خاص کر صحیح بخاری کے ابواب، کیونکہ ان کے بارے میں تو ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ فقہی مواد ہیں "فقہ البخاری فی تراجمہ" کا مقولہ شاید آپ نے بھی سنا ہوگا۔ جس وقت یہ خبر پہنچ جائے کہ صادق صاحب نے ان تمام کتابوں کو چناب کے حوالے کر دیا۔ تب ہم سمجھیں گے کہ صادق صاحب واقعی صادق ہیں اور ان کے بارے میں جو یہ مشہور ہے کہ صادق صاحب اپنے نام کی نقیض ہیں محض غلط ہے۔ معلوم نہیں یہ خبر ہم کب سنیں ع

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر فقہی مواد واقعی دین اسلام کے خلاف ہے تو غیر مقلدین ان کتابوں سے مسائل کیوں لیتے ہیں جن میں فقہی مواد بکثرت موجود ہے۔ جیسے فتح الباری قسطلانی عمدۃ القاری وغیرہ۔

۷۔ مولوی صادق صاحب آگے فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ سب مکاتب فکر نے "حتیٰ اکون احب الیہ" کی فضا میں سنت کے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو ذیل کے امور کتاب و سنت کو سینے سے لگائیں اور ریزولیشن کی صورت میں حکومت کو بھیج دیں کہ وہ ملک میں نافذ کر دے۔"

آگے ہم ان امور کا ذکر کرتے ہیں جن کا استنباط مولوی صادق صاحب نے اپنی خدا داد قابلیت کی بنیاد پر براہ راست کتاب و سنت سے کیا ہے۔

۸۔ صادق صاحب فرماتے ہیں:

"اسلامی حکومت کو چاہیے کہ کہ وہ ہر پاکستانی کو نماز کی پابندی کا حکم دے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو کوڑوں اور جرمانے کی سزا دے۔ چونکہ بروئے حدیث بے نماز کافر اور جہنمی ہے لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرتے ہوئے انہیں کفر سے باز رکھے اور آگ سے بچائے۔"

صادق صاحب! بے نمازی کے لیے جرمانے کی سزا کون سی آیت، اور صحاح ستہ کی کس حدیث سے ثابت ہے۔ حوالہ دیجئے۔ نیز جب بے نماز کافر ہوا اور جہنمی ہوا تو کافر سے نماز کی پابندی کرانے کے کیا معنی؟ حالانکہ جب مسلمان کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا قتل ہے۔ بتایئے آپ کے اس مسئلے کا ثبوت کس آیت اور کس حدیث سے ہوتا ہے۔ جب آپ کے خیال میں تارک صلوٰۃ کافر ہے تو آخر آپ اس پر مرتد کا حکم کیوں نہیں دیتے اور اس کے ساتھ مرتد کا معاملہ کیوں نہیں کرتے؟ بینوا و توجروا۔

۹۔ مولوی محمد صادق صاحب آگے فرماتے ہیں:۔

"اسلامی نظریہ کی کونسل کو چاہیے کہ وہ حکومت کے پاس نماز کے بارے میں نرم الفاظ کے ساتھ سفارش نہ کرے۔ بلکہ حکومت کو قرآن اور حدیث کا حکم بتائے تاکہ حکومت لوگوں سے سختی سے عمل کرائے ــــ دیکھئے ارشاد ہوتا ہے اقیموا الصلوٰۃ و لا تکونوا من المشرکین (قرآن) نماز قائم کرو اور نماز چھوڑ کر مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔ تو ترک نماز شرک اور کفر سے الحاق ہے۔

صادق صاحب! جب ترکِ نماز کا شرک اور کفر سے الحاق ہے تو مشرک اور کافر سے نماز کی پابندی کرانا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیونکہ کافر اور مشرک کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں ہے۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال حنفیوں کے نزدیک ترک نماز شرک نہیں گناہ کبیرہ ہے۔ نماز کا منکر

تو ہمارے نزدیک کافر ہے۔ ترک صلوٰۃ ہمارے نزدیک نہ کفر ہے نہ شرک بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ بہتر یہ ہو گا کہ مولوی محمد صادق صاحب اپنی پرسنل لاء کے اعتبار سے ایک ریزولیشن حکومت کو بھیج دیں کہ جو غیر مقلد نماز ترک کرے ہمارے نزدیک وہ کافر اور مشرک ہو جاتا ہے۔ حکومت اس کو کوڑوں کی سزا دے اور اس سے جرمانہ وصول کرے۔

۱۰- صادق صاحب فرماتے ہیں۔" ایسے ہی ماہ رمضان میں علانیہ کھانے پینے والوں کو کوڑوں کی سزا اور جرمانہ کرنا چاہیے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو انتباہ کے بعد قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔"

صادق صاحب! دو باتوں کی وضاحت فرمائیے۔ ایک یہ کہ روزہ میں علانیہ کھانے پینے والوں کو کوڑوں اور جرمانے کی سزا کس حدیث سے ثابت ہے۔ آپ کی کوئی بات حدیث کے بغیر نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ تو سنت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مدعی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ فقہی مواد جن کے مٹانے کے آپ درپے ہیں وہ فقہاء ہی کے اقوال تو ہیں۔ آپ ان سے استدلال کر کے تضاد بیانی کا شکار تو نہیں ہوئے؟

۱۱- صادق صاحب فرماتے ہیں۔" چوری، زنا، شراب نوشی، لواطت، راہزنی، ڈاکہ، اغوا، جوا کی معروف سزائیں جو قرآن حدیث اور فقہ میں آئی ہیں فی الفور ملک میں نافذ کی جائیں۔

ہمیں مولوی صادق صاحب کے اس مطالبے سے سرِمُو اختلاف نہیں لیکن صادق صاحب کے نزدیک چونکہ فقہ غیر معتبر ہے اور اس کے مٹانے کے لیے سنت کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اس لیے اس کا نام نہیں لینا چاہیے۔

۱۲- اس کے بعد فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ اور بدعتی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال باہر جاتا ہے۔" (ابن ماجہ)

یہاں عرض یہ ہے کہ اگر بدعتی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تو پھر ان اہل بدعت راویوں کا کیا ہو گا۔ جن کی روایتوں سے صحاح ستہ بھری پڑی ہے۔ سنن کی کتابیں چھوڑ کر ہم صرف ان بدعتی راویوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے روایت کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی ص ۳۲۹ ج ۱۔ طبع ثانی اور طبع اولیٰ ص ۲۱۹ میں فرماتے ہیں:

فائدہ: اردت ان اسردھنا

من رمی ببدعته ممن اخرج البخاری ومسلم او احدھما وھم ابراھیم بن طھمان ایوب بن عائذ الخ علامہ سیوطیؒ نے ایسے رواۃ کی ایک لمبی چوڑی فہرست نقل کی ہے اور اس سلسلہ میں تراسی افراد کو نام بنام گنا کر آخر میں فرماتے ہیں :-

فھولاء المبتدعۃ ممن اخرج لھم الشیخان او احدھما "

یعنی یہ وہ متبدع رواۃ ہیں جن سے شیخین (امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔ اگر یہ رواۃ اپنی بدعت کی وجہ سے العیاذ باللہ کافر ہوگئے اور اسلام سے گوندھے ہوئے بال کی طرح نکل گئے تو پھر آپ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی ان حدیثوں کو کیوں نہیں نکال دیتے ؟ کیونکہ کافر کی کوئی روایت مقبول نہیں ہے۔ اور اس صورت میں صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا کیسے صحیح ہوگا ؟ جبکہ اس میں مولوی صادق صاحب کی تقریر کے مطابق کافر راویوں سے بھی روایات لی گئی ہیں۔ یہی حال صحیح مسلم اور باقی سنن کی کتابوں کا بھی ہوگا۔ نیز زیدیہ بدعتی ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ کا قول ہم عقد الجید سے نقل کر چکے ہیں — "لا مذھب الامامیۃ والزیدیۃ وھم اھل البدعۃ لا یجوز الاعتماد علی اقاویلھم" اور جناب شوکانی صاحب زیدی ہیں لہٰذا وہ بھی بدعتی ہوا۔

اب ابن ماجہ کی اس حدیث کی روشنی میں ان کا مقام متعین کرنا مولوی محمد صادق صاحب دامت برکاتہم کا کام ہے۔ نیز نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اپنی کتابوں میں جابجا علامہ شوکانی کے لیے بڑی عزت کے القاب ذکر کرتے ہیں کیا نواب صاحب مرحوم "من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام" کے تحت آئیں گے یا نہیں۔ نواب صاحب اکثر شوکانی صاحب کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں" لا یجوز الاعتماد علیٰ اقاویلھم" امامیہ اور زیدیہ کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں ہے۔

صادق صاحب ! ان تمام امور کو سامنے رکھ کر جواب دیجیے گا۔

۱۳۔ صادق صاحب ایک حدیث کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو :-

"مشکوٰۃ میں حضورؐ نے فرمایا۔ مردے دعا کے لیے اللہ تعالےٰ زندوں کی دعا کے سبب مردوں کو پہاڑ کے برابر ثواب پہنچاتا ہے"۔

مولوی صادق صاحب کی علمی استعداد ملاحظہ ہو کیسے شاندار ترجمہ فرمایا کہ معنی کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے۔ صادق صاحب ! یہ حدیث کا ترجمہ کیا ہے یا کوئی جنتر منتر لکھ دیا ہے۔ خدا کے بندے ! جب خود ترجمہ کرنا نہیں آتا تو اس میں شیخی کی کیا بات ہے ؟ کسی سے پوچھ لیا ہوتا، علم کے حصول میں عار نہیں کرنا چاہیے۔

۱۴۔ آگے فرماتے ہیں " نذر و نیاز چڑھاوا عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لیے حرام ہے "

(کتب فقہ)

مسئلہ کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن صادق صاحب کو فقہ کی کتابوں کا نام نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ وہ تو اس کے مٹانے کے درپے ہیں۔ چند دنوں کے بعد ہم اسی خبر کے منتظر ہیں کہ صادق صاحب نے فتاویٰ نذیریہ وغیرہ سب دریا برد کر دی ہیں۔ صادق صاحب کو صرف سنت کا نام لینا چاہیئے کیونکہ وہ ابھی ابھی سنت کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔

۱۵۔ صادق صاحب فرماتے ہیں :-

"چونکہ لوگ دور دراز مقامات سے کارِ ثواب سمجھ کر نبیوں اور بزرگوں کی قبروں پر آتے تھے"۔ کوہ طور کا سفر بھی کرتے تھے، ان جگہوں پر میلے لگاتے تھے۔ عرس کرتے تھے۔ حضورؐ نے ایسے تمام سفروں کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔

صادق صاحب ! ان امور کے خلاف شریعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن آپ جس حدیث " یعنی حدیث شد رحال " سے استدلال کرتے ہیں یہ استدلال تام نہیں ہے۔ مسند احمد میں مستثنیٰ منہ مسجد موجود ہے لہذا منع دیگر مسا

کی طرف سفر کرنے سے ہے۔ یہ دوسرے اسفار کی ممانعت آپ نے کہاں سے مستنبط کی۔ نیز ہم تو سمجھتے تھے کہ عرس وغیرہ بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ آپ نے اس کو بعثت نبویؐ سے پہلے بھی ثابت کیا۔ ذرا بتائیے صحاح ستہ کی کون سی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا اس سے قبل عرس ہوا کرتے تھے۔

۱۶۔ صادق صاحب کا ایک نیا انکشاف ملاحظہ ہو۔ اسی شمارہ کے صفحہ پر فرماتے ہیں: "اسلام دودھ پینے والے مجنوں سے نفرت کرتا ہے اور نفس کا خون پینے والے مجنوں کو سینے سے لگاتا ہے"۔

صادق صاحب! ذرا یہ تو بتائیے کہ اسلام میں دودھ کا پینا کب سے حرام ہوا؟ کہ اسلام اس کے پینے والے سے نفرت کرے اور خون کا پینا کب حلال ہوا کہ اسلام اس کے پینے والوں کو سینے سے لگائے۔ ہمیں یہ تو معلوم تھا کہ خون آپ کے نزدیک پاک ہے۔ ملاحظہ ہو دلیل الطالب مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم، لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کے نزدیک اس کا پینا بھی حلال ہے۔ نواب صاحبؒ نے خون کے پینے کو حلال نہیں کیا۔ آپ بتائیے کہ یہ حکم قرآن کریم کی کس آیت اور صحاح ستہ کی کس حدیث سے ثابت ہوتا ہے

دیکھئے! اسلامی نظام کا ہر مسئلہ کسی آیت یا حدیث پر مبنی ہونا چاہیے اور آپ تو ماشاء اللہ ابھی ابھی سنت کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ آپ کی ہر بات سنت کے موافق ہونی چاہیے اور "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے۔

۱۷۔ صادق صاحب فرماتے ہیں:
"پس بدعات کو بھی خلافِ قانون قرار دے کر مرتکب کے لیے کوڑوں کی سزا، قید اور جرمانہ ہونا چاہیے"۔

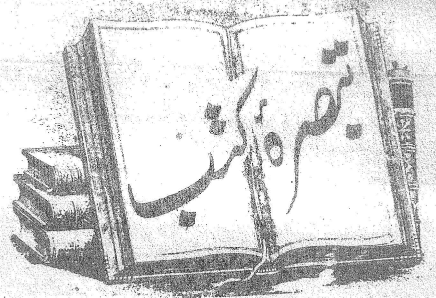
مولوی صاحب! جہاں تک بدعات کے خلاف قانون قرار دینے کا مطالبہ ہے اس میں ہم سو فیصد آپ کے ہمنوا ہیں۔ لیکن ذرا مہربانی فرما کر مذکورہ بالا سزاؤں کے لیے کوئی دلیل پیش کیجیے۔ بدعات پر کوڑوں، قید اور جرمانے کی سزا کس آیت اور صحاح ستہ کی کس کس حدیث سے ثابت ہے۔ خاص کر یہ جرمانے کی سزا، اس کے بارے میں ضرور کوئی دلیل پیش کریں تاکہ اسلامی نظریہ کونسل کو ہم مطمئن کر سکیں کہ دیکھئے فلاں حدیث سے اس کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ اسلامی قانون کی ہر دفعہ قرآن و حدیث پر مبنی ہونی چاہیے۔ ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ العیاذ باللہ مولوی محمد صادق صاحب سیالکوٹی ایک ایسے نئے دین کی بنیاد رکھ رہے ہیں جس کا دینِ محمدیؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

واللہ ھو الھادی الی سبیل الرشاد

نماز کے بعد

قمر نجمانی اوکاڑہ

نماز میں مجھے جیسا سرور ملتا ہے
سرور ایسا نہ بالائے طور ملتا ہے
نثار ہوتی ہے قدموں پہ خود ہی یہ جنت
مگر یہ شرف تو تیرے حضور ملتا ہے
تری نگاہِ کرم کا طفیل ہے یہ بھی
میرے جنوں کو جو اتنا شعور ملتا ہے
قمر ہو دل میں اگر جذبۂ تلاش حبیب
جہاں بھی ڈھونڈیئے دلبر ضرور ملتا ہے



(۱) اقتضاء الصراط المستقیم۔
مخالفۃ اصحاب الجحیم۔

(۲) عصمۃ الانبیاء

(۳) صراط مستقیم

٭ ٭ ٭

زیر تبصرہ تینوں کتابیں مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ نے شائع کی ہیں۔ یہ مکتبہ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کا قائم کردہ ہے۔ اور موصوف کے جواں ہمت فرزند حافظ احمد شاکر صاحب اسے چلا رہے ہیں۔

اس مکتبہ نے اپنی مختصر عمر کے اندر قوم و ملت کے لیے جو علمی و فکری سرمایہ فراہم کیا ہے وہ مولانا حنیف اور ان کے خلف الرشید کی ہمت و محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

خالص علمی کتابیں چھاپنا ان حضرات کا مطمع نظر ہے اور وہ اس ڈگر پر مسلسل چل رہے ہیں۔ باوجودیکہ وہ جانتے ہیں کہ آج کے دور میں مارکیٹ میں جس چیز کی سب سے زیادہ کساد بازاری ہے وہ علمی کتابیں ہیں۔ لیکن جذبہ، شوق اور جنون ہے جو انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ اور وہ برابر اپنا کام کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا مقصد خدا کی رضا اور قوم کی رہنمائی ہے نہ کہ جلب منفعت!

اس سے قبل وہ جو کتابیں شائع کر چکے ہیں ان میں حکیم دہلوی قدس سرہٗ کی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ بھی شامل ہے۔ جس کا آج کل دوسرا ایڈیشن طبع ہوا ہے۔ اور ارباب ذوق جانتے ہیں کہ "اسرار دین" میں اس کتاب کو کیا اہمیت حاصل ہے۔

علاوہ ازیں شاہ صاحب کی قرۃ العینین بڑی آب و تاب سے چھاپی ہے اور اتحاف النبیہ بھی شائع کی ہے۔ ارباب مکتبہ کا ایک زبردست شاہکار علامہ ابن تیمیہؒ کی مشہور عالم کتاب "منہاج السنۃ" مکمل چاروں جلد کی اشاعت ہے۔ جس کی طباعت وغیرہ میں ایسی خوش ذوقی کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ خوبی یہ ہے کہ "منہاج السنۃ" کے ساتھ منہاج الکرامہ شامل کر دی ہے۔ جس کے جواب میں علامہ نے منہاج السنۃ لکھی۔ اس سے ایک قاری استفادہ میں ایک خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ علاوہ ازیں علامہ موصوف کی معرکۃ الآرا کتاب "الفرقان" شائع کی ہے اور اب غالباً اس کا اردو ایڈیشن زیر طبع ہے۔ اس طرح مکتبہ سلفیہ کے مالکان نے خالص علمی ذوق رکھنے والی دنیا پر احسانِ عظیم کیا ہے۔

ان تینوں زیر تبصرہ کتابوں میں پہلی کتاب بھی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے۔ گو کہ بعض مسائل میں علامہ موصوف جمہورِ اُمّت سے منفرد رائے رکھتے ہیں لیکن کی جرأت و دلیری اور حق کی حمایت کا جذبہ بے پناہ ہے اور اسی وجہ سے انہیں اصحاب دعوت و عزیمت میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ علامہ موصوف کی اس کتاب کو مصر کے نامور عالم محمد حامد الفقی نے بڑی محنت سے ایڈٹ کیا اور اسی نسخہ کے فوٹو ارباب مکتبہ سلفیہ نے لے کر شائع کر دیئے۔

صراط مستقیم کی حقیقت پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں اعمالِ خیر کی وضاحت اور مخالف حق فرقوں اور جماعتوں بالخصوص یہود و نصاریٰ کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ دوسری کتاب جیسا کہ کتاب سے ظاہر ہے عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف علامہ فخر الدین الرازی ابن الخطیب ہیں۔ جبکہ اس کا مقدمہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز عیون السعود نے فاضلانہ قلم سے لکھا ہے۔ انھوں نے مصنّف کتاب کا بھرپور تعاون کرا کر کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔

عصمت انبیاء کا عقیدہ ایک مسلّم حقیقت ہے۔ لیکن ہر دور میں اہلِ زیغ و ضلال نے اس سلسلہ میں کٹ حجتی کا مظاہرہ کیا اور آج بھی ایسے افراد اور جماعتیں ہیں جو اس عقیدہ کو مختلف انداز سے مجروح کرتی رہتی ہیں۔ یہ کتاب ان سب باطل خیالات کا بہترین رَد ہے اور اس زہر کا تریاق!

تیسری کتاب بارھویں صدی ہجری کے مجدّد امام کبیر حضرت سیّد احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جس کے جامع آپ کے دو عظیم رفقاء اور ساتھی مولانا سیّد محمد اسمٰعیل شہید دہلوی اور مولانا

عبدالحق بڈھانوی ہیں۔

حضرت سیدؒ صاحب قدس سرہٗ کے نام و کام سے ایک زمانہ آگاہ ہے آپ نے مسلمانوں کی چھنی ہوئی آزادی اور احیاء خلافت کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان کی مثال چشم فلک نے نہیں دیکھی۔ لیکن خوفِ خدا سے عاری لوگوں کا ایک طبقہ حضرت الامیر قدس سرہٗ اور آپ کے رفقاء پر طرح طرح کے الزامات لگاتا ہے اور اس معاملہ میں ذرہ برابر شرم سے کام نہیں لیا جاتا۔ یہ مجموعہ حضرت سیدؒ صاحب کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ زبان فارسی ہے۔ اس کے پڑھنے سے ان لاتعداد غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے جو اس مظلوم جماعت کے متعلق عام طور پر پھیلائی جاتی ہیں۔ تصوف و سلوک کی سچی روح آپ کو اس مجموعہ میں نظر آئے گی اور آپ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سچی تصویر تھے۔ جن کے دن گھوڑے کی پلیٹھ پر جہاد کے لیے گزرتے تو راتیں مصلیٰ پر اور ذکرو فکر میں۔

ارباب مکتبہ ملت کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے یہ جواہر پارے اصلی شکل و صورت میں پیش کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ بہترین جزاء دے اور مزید خدمت کی توفیق بخشے۔

پہلی دونوں کتابوں کی زبان عربی اور تیسری کی فارسی ہے۔ پہلی کی قیمت ۵۰/- روپے ہے۔ جبکہ دوسری تیسری کی قیمتیں درج نہیں ملنے کا پتہ:- مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور

نام کتاب : کاروانِ احرار
مصنف : جانباز مرزا
قیمت : ۳۰ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ تبصرہ ۳۴/۷ گلشن کالونی شادباغ لاہور

مخلص و ایثار پیشہ کارکنوں کے جس قافلہ کا نام مجلس احرار اسلام تھا اس کی ایک چلتی پھرتی نشانی جانباز مرزا کے نام سے اب بھی ہمارے اندر موجود ہے۔ عمر عزیز کی آخری حدوں کو چھونے والا یہ بوڑھا جس نے اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ فرنگی کی جیل میں کاٹا جوانوں جیسے جذبات رکھتا ہے اور جفاکش اتنا کہ اچھے اچھے نوجوان اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

ملک میں تاریخ کا جھٹکا ہوتے دیکھ کر جانباز مرزا نے فیصلہ کیا کہ وہ سچائی اور دیانت کے ساتھ تاریخی ریکارڈ نسل نو کے سامنے پیش کرے گا۔ اس کے عزم جوان نے اسے سہارا دیا۔ وہ شہر شہر پھرا۔ احباب سے معلومات حاصل کیں۔ پرانا ریکارڈ مہیا کیا اور صبح و شام لائبریریوں کی خاک چھان کر **کاروانِ احرار** کا ایک نقشہ تیار کر لیا اور اب وہ اس نقشہ میں رنگ بھر رہا ہے۔

اس سے قبل اس کتاب کی دو جلدیں مارکیٹ میں آچکی ہیں جن پر ان صفحات میں تبصرہ ہو چکا ہے اور اب یہ تیسری جلد سامنے آئی ہے جو ۴۴۴ صفحات پر مشتمل ہے کاغذ حسب معمول سفید اور کتابت و طباعت میں امکانی حد تک بہتری اور ستھرائی کا لحاظ رکھا گیا ہے جلد خوبصورت بھی ہے اور مضبوط بھی اور قیمت محض تیس روپے!

مرزا صاحب نے برصغیر کی گذشتہ نصف صدی کی تاریخ حریت لکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور کانگریس مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء ہند اور مسلم لیگ کی جد و جہد کے پس منظر میں حالات کا بے لاگ تجزیہ بھی کیا ہے اور واقعات کی سچی تصویر بھی پیش کی ہے۔

یہ جلد دسمبر ۱۹۳۳ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے اور اس میں تحریک مدح صحابہؓ لکھنو، لیگ جمعیۃ معاہدہ، تحریک مسجد شہید گنج، مسئلہ قومیت پر حضرت مدنی و اقبال کی بحث، آرمی بل اور مولانا سندھی کی واپسی سمیت متعدد عنوانات پہ سیر حاصل کیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج ہماری نسلِ نو جد و جہد آزادی سے بالکل ناآشنا ہے اسے یہ ہی بتایا گیا ہے کہ چند وڈیروں کی کوشش سے تمہیں پاکستان مل گیا اور بس۔ لیکن جس پس منظر میں یہاں انگریز کو بستر بوریا اٹھانا پڑا اسے دانستہ چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے صد تبریک کے مستحق ہیں جانباز مرزا صاحب کہ نمرود کے بت کدہ میں ابراہیمی تبرے کر سچائی کے لیے سرگرم عمل ہیں اللہ تعالےٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے تاکہ وہ اس سلسلہ

کہ انتظام بھی پہنچا سکیں۔ ہمیں یقین ہے کہ احباب فی الفور کتاب خرید کر جانباز صاحب کا ہاتھ بٹائیں گے۔ ہماری دیانتدارانہ رائے ہے کہ بعض حلقوں کی طرف سے منہ چڑانے کے باوجود یہ کتاب ہمارے تاریخی لٹریچر میں خوبصورت اضافہ ہے اور اس قابل ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اسے حاصل کرے اور اس کی بکثرت اشاعت کرے۔

(ابوالسیف علوی)

خواتین اور روزہ

حدیث شریف میں روزہ کا بڑا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس نے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے سب پہلے گناہِ صغیرہ معاف کر دیے جائیں گے۔ رمضان کے روزے جس طرح ہر بالغ مسلمان کے لیے فرض ہیں مسلم خواتین کے لئے بھی فرض ہیں۔ سحری کھانا سنت ہے۔ اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم از کم دو تین چھوہارے ہی کھا لے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھا لے، کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لے۔ سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے۔ لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جائے۔ اگر روزہ دار خاتون بھول کر کچھ کھا پی لے یا بھولے سے خاوند سے ہمبستر ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں گیا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر کر بھی کھا پی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے حلق کے اندر مکھی، مچھر چلا گیا یا آپ ہی آپ دھواں یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ قصداً اور ارادے سے کیا تو روزہ جاتا رہا۔ تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے جتنا ہو۔ آپ ہی آپ قے آ گئی۔ تو روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے تھوڑی سی قے ہو یا زیادہ۔ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر قے ہوئی تو روزہ جاتا رہا۔ اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ البتہ اگر قصداً لوٹائی جاتی تو روزہ ٹوٹ جاتا۔ کسی عورت کے منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گئی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اگر کسی کا شوہر بدمزاج ہو اور سالن میں نمک پانی درست نہ ہوا تو ڈر ہو کہ ناک میں دم کر دے گا تو نمک مرچ چکھ لینا درست ہے مکروہ نہیں۔ اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر چھوٹے بچے کو کھلانا مکروہ ہے۔ البتہ مجبوری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

اگر کوئی عورت سفر میں ہو یا ایسی بیماری ہو کہ روزہ رکھے گی تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھی ہو گی یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب اچھی ہو جائے یا مسافر عورت سفر سے واپس لوٹ آئے تو قضا روزہ رکھے۔

حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا کچھ ڈر ہو تو روزہ نہ رکھے۔ پھر قضا کر لے۔ کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ گئی اور اتنی بے تاب ہو گئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے۔ لیکن اگر قصداً اتنا کام کیا کہ اس کی یہ حالت ہو گئی تو گنہ گار ہو گی۔

حضرت دین پوری

اور

ان کا خاندان

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے بیٹیاں عطا فرما رکھی تھیں۔ اب تو ماشاء اللہ ان کے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں بھی ہیں۔ ان کے ایک پوتے مولوی سراج احمد صاحب کچھ دن ہوئے یہاں آئے ہوئے تھے۔

حضرت دین پوری نے جب کسی صاحبزادی کا نکاح کرنا ہوتا تو ہماری اماں سے فرما دیتے کہ بچی کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دینا۔ نمازِ عشاء کے بعد داماد کو بلا کر نکاح پڑھا دیتے، کسی کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہونے والی ہے۔

اب ان کے صاحبزادے مولوی میاں عبدالہادی صاحب گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے وہ ماشاء اللہ عالم ہیں۔ یہاں سے قرآن پڑھ کر گئے ہیں۔ ان کے ہاں بھی یہی دستور ہے۔ انھوں نے اپنی ایک صاحبزادی کو نکاح کے لیے مجھے لاہور سے بلایا۔ لیکن لڑکے کے باپ کو پتہ نہیں کہ ان کے لڑکے کی شادی ہے۔ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپکو کس کام کیلیے بلایا ہے۔ اب انھوں نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح ایک نومسلم سے کیا ہے۔ یہ صحبت کا اثر ہے۔ (ملفوظات حضرۃ لاہوری ؒ صـ ۱۹۲)

دار العلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا ضلع وہاڑی کا

داخلہ جدید

دار العلوم عربیہ اسلامیہ رجسٹرڈ ملک کی مشہور دینی درس گاہ ہے۔ جس میں پاکستان کے ہر صوبہ اور ضلع سے طلباء جوق در جوق دینی علم حاصل کرنے آتے ہیں۔ آج تک مختلف درجات سے ہزاروں طلباء اور طالبات نے فراغت حاصل کر کے ملک کے مختلف حصوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دار العلوم میں تعلیم کے چار درجات ہیں۔ درجہ حفظ ناظرہ مردانہ زنانہ درجہ درس نظامی۔ درجہ عربی زنانہ سہ سالہ نصاب ہے۔ تمام درجات میں گیارہ اعلیٰ قابلیت والے معلّمین و معلّمات کام کر رہے ہیں۔ امسال ایک اور عالم کی درجہ علیا کے لیے خدمات کی کوشش ہے۔

امسال دار العلوم نے دیہات اور شہر کے بعض علاقوں میں ست شاخیں قائم کی ہیں۔ جن میں ۹ مدرسین قرآن پاک کی تعلیم اور روزمرہ کے ضروری مسائل ۴۵۰ طلبا اور طالبات کو پڑھانے پر مقرر ہیں۔ ۱۵۰ باہر کے طلباء کے لیے طعام، پوشاک اور تعلیمی اخراجات کا مدرسہ ہی کفیل ہوتا ہے۔ سوا لاکھ روپیہ اور چار صد من گندم کے سالانہ اخراجات ہیں۔ مالیات کا حساب آڈیٹر چیک کرتے ہیں۔ اس ادارہ میں دی جانے والی رقوم پر انکم ٹیکس معاف ہے۔ یہ ادارہ آپ کی زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اس معیاری درسگاہ کا انتخاب کیجئے۔

داخلہ ۱۰ شوال سے آخر شوال تک ہوگا

عبدالرحیم نعمانی غفرلہٗ مہتمم دار العلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ (رجسٹرڈ) بورے والا ضلع وہاڑی فون ۲۰۴

منظور شدہ محکمہ تعلیم

۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G ۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC ۲۳۷-۲۲۸۱ مورخہ ۸ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری 29/9/66-2076-4-558 مورخہ ۲۴ اگست سنہ ۶۴ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/20-15310 مورخہ ۳ مارچ سنہ ۶۶ء